U419173 H Date- 23-12-09

Title - ZUBIDATUL SOOFIYA ; KASHAF AL MEHJOOB. KA JAAMA KHULASA.

Creator - Sayyed Ali Hijweri ; Mutarjim Baqir Salmani.

Publisher - Sheikh Mubarak Ali Tajir Kutb (Lahore)

Date - N.A.

Pages - 62.

Subject - Tasawwuf.

زبدۃ الصوفیا

یعنی

کشف المحجوب کا جامع خلاصہ

مؤلفہ

...اقر سلمانی بی اے (دہلی)

منشی فاضل (پنجاب)

برائے

شیخ مبارک علی تاجر کتب لوہاری دروازہ لاہور

کریمی پریس لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ منیجر پرنٹر چھپا

ملنے کا پتہ | اسمٰعیل ... بکڈپو جامع مسجد دہلی

پیش کش

ں اپنی اس ناچیز سعی کو اپنے مشفق استاد پروفیسر

ناتھ ورما صاحب ایم۔ اے سینئر پروفیسر ہندو کالج

عدمت اقدس میں نہایت خلوص اور ادب سے

پیش کرتا ہوں۔

امید ہے کہ وہ اپنے مخلص شاگرد کے اس ناقابل

قبول تحفہ کو شرف قبولیت بخشیں گے۔

باقر سلمانی

مصنف کشف المحجوب کے مختصر حالات زندگی

نام اس بزرگ کا سید علی ہجویری تھا۔ کنیت ابو الحسن تھی۔ ان کے والد بزرگوار کا اسم گرامی عثمان بن علی جلابی تھا۔ حسنی حسینی سید کہلاتے تھے۔ سلسلۂ نسب حضرت علی بن موسیٰ رضا سے ملتا ہے۔

سید علی ہجویری ۱۱ ربیع الاول ۴۰۰ھ میں بمقام غزنی محلہ ہجویر میں پیدا ہوئے۔ اور یہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے اپنے پیر شیخ ابوالفضل بن الختلی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پیر موصوف خود حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ آپ نے اپنے پیر کی خدمت میں رہ کر باطن کو پاک کیا۔ پھر تجلیات کے مشاہدے کے لئے مختلف ممالک کی سیر کو نکل گئے۔

سید علی ہجویری داتا گنج بخش کے معلیٰ القاب سے خاص و عام میں مشہور ہیں۔ آپ ہر وقت خدا کی ذات میں محو رہتے تھے اور صاحب محو کہلاتے تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ مشائخ نے آپکو دنیا کی آلودگی سے پاک اور مسلم الثبوت ولی مانا ہے۔ واقعی تجرید و توکل آپ کا شعار زندگی تھا۔

آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ان میں کشف المحجوب بہت مشہور ہے۔ حضرات صوفیاء اس کی بہت قدر کرتے ہیں اور اپنے دلوں کی

کدورتوں کو اسکی صفائی سے دھوتے ہیں۔ متاخرین کا اعتقاد تمام و کمال اسی پر ہے۔

۴۳۱ھ ہجری میں اپنے مرشد کامل کے حکم سے آپ لاہور تشریف لائے۔ بھاٹی دروازے کے باہر آپ نے قیام کیا۔ وہ پیر کامل وہاں آکر ایسے بیٹھے کہ پھر نہ اُٹھے۔ بلکہ وہیں ۴۶۵ھ میں خاک کا پیوند ہوگئے۔ دن رات آپ کے مزار پر خلق خدا دور دور سے آکر روحانی فیض حاصل کرتی ہے۔ آپ کا عرس ۱۹۔۲۰ صفر کو بڑی دھوم دھام سے ہر سال ہوتا ہے۔

مقدمہ

کشف المحجوب لکھنے سے پہلے مصنف نے خدا سے اس کے بارے میں استخارہ کیا معلوم ہُوا کہ یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی۔ لہذا مصنف نے اسکی تکمیل کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اور اس کا نام کشف المحجوب تجویز کیا ؞

مصنف فرماتے ہیں کہ انکی تمام کوششیں ہیچ ہیں۔ صرف خدا کے فضل پر نظر ہے۔ وہ جو چاہے کر دے ؞

فصل اوّل

مصنف چاہتے تھے کہ اس کتاب پر اپنا نام نہ لکھیں لیکن اس وجہ سے نا اہل لوگ دوسروں کی کتابوں کو اپنا بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے چند کتابیں بغیر نام کے چھپوائیں اور نا اہلوں نے انہیں اپنا بنا لیا۔ کتاب پر نام لکھنے سے ایک تو مصنف کا نام زندہ رہتا ہے دوسرے ناظرین اسکو دعائے خیر سے یاد کرتے ہیں ؞

فصل ۲

خداوند تعالیٰ ہر شخص کے معاملات کو پہلے سے مقرر کر چکا ہے

اس لئے رضا بقضا رہنا چاہیئے۔ اور تمام امور خدا کے حوالے کرنے چاہئیں۔ تاکہ انسان سرکش نفس کی گمراہیوں سے محفوظ رہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ استخارہ مفید ہے۔ کیونکہ بندے کی بہتری کو وہی اچھی طرح جانتا ہے۔

استخارہ۔ استعاذہ۔ اور استعانت ہم معنی الفاظ ہیں۔

فصل ۳

اغراض نفسانی برکات خداوندی سے انسان کو محروم کردیتی ہیں حصول اغراض سے خود غرضی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور خود غرضی کلید جہنم ہے۔ اور ترک خودی کلید جنت۔ حکم خداوندی ہے "ونہی النفس عن الہوی فان جنت ہی الماویٰ" یعنی جس نے نفس کو خواہشوں سے روکا۔ پس ضرور جنت اسکا مکان ہوا۔

فصل ۴

سبب تصنیف۔ ابوسعید نے مصنف کتاب کو اہل جان کر چند سوالات کئے۔ لہذا ان پر لازم آیا کہ ان کے صحیح جواب دیں۔ اسی لئے مصنف نے اس کتاب کو تصنیف کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا حدیث ہے "نیت المومن خیر من عملہ" یعنی ابتدائے کام میں نیت کرنا بے نیت کام کرنے سے بہتر ہے۔

فصل ۵

وجہ تسمیہ؟ کشف المحجوب ایسا نام ہے۔ جس کو دیکھتے ہی کتاب کا موضوع معلوم ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب حقیقت کو ظاہر کرتی ہے اور کدورت بشری کو دور کرتی ہے۔ اسی لئے یہی نام مناسب سمجھا۔ کیونکہ پردہ درمیان میں حائل ہونیکی وجہ سے انسان تحقیق حق سے ناآشنا رہتا ہے۔

پردے کی دو قسمیں:-

۱۔ حجاب رینی۔ ۲۔ حجاب غینی۔

حجاب رینی کو حجاب فطری بھی کہتے ہیں یعنی ذات انسانی اور طبع بشری ہی پردہ ہوتی ہے۔ جس طرح پتھر آئینہ نہیں بنتا۔ اسی طرح ان لوگوں کے دلوں پر سے پردہ نہیں اُٹھتا۔ قول خداوندی ہے "کلا بل ران علیٰ قلوبھم ما کانو یکسبون" یعنی وہ ہرگز ایسے نہیں جو تم خیال کئے ہوئے ہو۔ بلکہ ان کے اعمال سے ان کے دلوں پر میل چھایا ہوا ہے۔ یہ آیت کافروں کے بارے میں ہے۔

رینی۔ طبع۔ ختم۔ ہم معنی ہیں۔ حجاب غینی۔ اسکو عارضی حجاب بھی کہتے ہیں۔ جس طرح آئینے کا غبار صاف ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اسکو بھی دور کیا جاسکتا ہے۔

یہ کتاب حجاب غینی کو اُٹھانے کے لئے ازبس مفید ہے۔

فصل ۶

صحیح جواب؟ سوال دریافت کرکے سائل کو مناسب جواب دینا چاہیئے۔ چنانچہ اس کتاب میں اس اصول کی پوری طرح نگاہداری کی گئی ہے۔

فصل ۷

تحقیق توفیق الٰہی و غرض توفیق۔ طلب توفیق الٰہی سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بندہ کو معلوم ہو جائے کہ سوائے خدا کے اور کوئی مددگار امور خیر میں بندے کا نہیں ہے۔ تمام فرقوں کا اس پر اتفاق ہے۔ اگرچہ بندے کی تمام نقل و حرکت خدا کے اختیار میں ہے۔ لیکن خاص طور پر جو قوت اطاعت میں بندے کو عطا کیجاتی ہے۔ اس کو توفیق کہتے ہیں۔

سوالات؟ مندرجہ ذیل سوالات ابو سعید نے مصنف کتاب سے کئے تھے۔

۱۔ طریقت تصوف کی حقیقت۔

۲۔ کیفیت مقامات۔

۳۔ اقوال و مذاہب صوفیاء معہ رموز و اشارات وغیرہ۔

۴۔ کیفیت محبت الٰہی اور اس کے آثار ظہوری ۔
۵۔ حجاب عقول کا سبب ۔
۶۔ تحقیق حقیقت سے انکار نفس کا موجب ۔
۷۔ روح کا صاف ہو کر آرام پانا اور اسکے متعلقات ۔

جواب ۔ سید علی ہجویری کا خیال ہے کہ موجودہ زمانہ میں علم تصوف مفقود ہو رہا ہے۔ لوگ احکام خداوندی سے منحرف ہو گئے ہیں ۔ ظاہر پرست نے تصوّف کو ایک اور ہی رنگ میں رنگ دیا ہے اور جادۂ حقیقت سے بھٹک گئے ہیں ۔ جو لوگ اہل معرفت ہونیکا دعوے کرتے ہیں وہ تقلید کے پابند ہیں اور اسی کو حقیقت سمجھتے ہیں ۔ اور خاص لوگ جن کے دل آتش عشق سے جلے ہوئے ہیں وہ بھی ایسے بے بہرہ ہیں کہ جو نیک خیال دل میں آتا ہے ۔ اُسی کو مشاہدہ کہتے ہیں ۔

آخر میں مصنف اعتذار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے پہلے بھی اس قسم کی کتابیں لکھی ہیں ۔ مگر لوگوں نے ان سے سطحی فائدہ اُٹھایا اور اصلیت تک نہیں پہنچے ۔ نیز وہ تلف ہو گئیں ۔

فصل ۸

معرفت حق اور اسرار حقیقت کے جاننے والے اس راز سے واقف ہیں کہ دنیا آثار خداوندی کی جلوہ گاہ ہے ۔ ہر موجود سے

اس کی شان صمدی عیاں ہے لیکن عوام اس راز کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ کیونکہ جوہر عرض عناصر اجرام اجسام کا پردہ پڑا ہوا ہے اگرچہ ان کا ثابت کرنا شرک ہے۔ لیکن انہی کی وجہ سے عوام معرفت کردگار سے محروم ہیں۔ ارواح وجود کی کدورت سے مکدر ہوگئی ہیں کیونکہ اسرار ربانی عقل میں نہیں آسکتے۔ اسی لئے انسان کے دلوں پر کشمکش کا عالم طاری ہوگیا۔ اور وہ باری تعالیٰ کے تقرب سے محروم رہا۔

قول خداوندی ہے "انه کان ظلوماً جهولاً" یعنی آدمی بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ گویا تمام دنیا شہوات و لذات میں پھنسی ہوئی ہے۔ اسی لئے یہ کتاب لکھی ہے۔ کہ ظاہری علماء علم تصوف کو سمجھیں۔

باب اوّل

ثبوت علم

فصل اوّل

علم کے لغوی معنی۔ کسی چیز کو جاننا۔

علم کے اصطلاحی معنی۔ اُن تمام علوم درسی کی تحصیل جو فی زمانہ مروج ہوں۔

علم حاصل کرنیکی تاکید مذہباً بہت سخت ہے چنانچہ اللہ پاک کا قول ہے کہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماءُ" خدا کے بندوں میں علماء خوف رکھتے ہیں۔ اور پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے کہ "طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ" طلب علم ہر مومن اور ہر مومنہ پر فرض ہے۔ پھر دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ " اطلب العلم ولو کان بالصین"۔ علم حاصل کرو اگرچہ چین میں ہو۔ مگر چونکہ علوم بہت ہیں اور عمر انسانی قلیل ہے۔ اس لئے صرف وہ علوم جو زیادہ نفع رساں ہوں ان کا سیکھنا فرض ہے۔ بعض میں سب سے اہم علوم شرعی ہیں۔ پھر دیگر علوم بقدر ضرورت ؎

علم بغیر عمل اور عمل بغیر علم ناقص رہتے ہیں اور ہر ناقص چیز باعث

نقصان و ضرر ہے۔ اس لئے انسان کو دونوں چیزیں حاصل کرنی چاہئیں۔ چنانچہ حضور سرور کائنات نے علم بے عمل سے پناہ مانگی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ عالم بلا عمل مثل جسم بے روح کے ہے ؛

فصل سوم

اقسام علم۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔ علمِ باری تعالیٰ اور علمِ انسانی۔ علم کی صفت یہ ہے کہ جاہل عالم بن سکتا ہے ؛

علم باری تعالیٰ۔ خدا کا علم غیر محدود۔ غیر فانی اور قدیم ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے کہ اللہ پاک تمام پوشیدہ اور ظاہر گذشتہ اور آئندہ کا جاننے والا ہے۔ لہذا انسان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے وہ خدا کے علم سے ہو رہا ہے تاکہ بندہ خدا سے غافل نہ ہو ؛

علم انسانی۔ محدود اور حادث ہے۔ قول خداوندی ہے کہ ہم نے دیا تم کو علم میں سے تھوڑا سا حصہ۔

حاتم اصم کے قول۔ حاتم اصم نے فرمایا کہ مجھ کو چار علم ایسے حاصل ہوئے جن کے بعد باقی علوم کی ضرورت نہ رہی۔

اوّل۔ مجھ کو علم ہوا کہ میرے رزق کی مقدار معین ہے۔ اس میں کمی بیشی نہ ہو گی۔ اس لئے اسکی افزونی کی کوشش سے نجات ملی (اعتراض وارد ہوتا ہے)۔

دوم۔ مجھے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا مجھ پر حق ہے جو مجھ کو

ادا کرنا فرض ہے۔ لہذا اس کی ادائیگی میں مصروف ہُوا۔
سوم۔ مجھے معلوم ہُوا کہ موت سے بچنا ناممکن ہے۔
چہارم۔ معلوم ہُوا کہ خدا تعالیٰ بندہ کے ہر فعل و خیال سے واقف ہے اس لئے افعال بد سے احتراز کیا۔

فصل سوم

علم سے مدعا اور مقصود یہ ہے کہ احکام الہی اور ذات الہی کی معرفت حاصل ہو۔
علم کی اس طرح دو قسمیں ہیں۔ علمِ باطن۔ علمِ ظاہر۔ پھر ان دونوں کی دو قسمیں ہیں۔ اصول۔ فروع۔
۱۔ اصول علم ظاہر۔ کلمہ شہادت یعنی اقرار توحید و رسالت۔
۲۔ فروع علم ظاہر۔ ادائے حقوق اللہ و حقوق العباد۔ بالفاظ دیگر حسن معاشرت و حسن اخلاق۔
۱۔ اصول علم باطن۔ معرفت الہی۔
۲۔ فروع علم باطن۔ صفائی قلب و درستی نیت۔
دونوں علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ علم باطن بغیر علم ظاہر کے بیدینی اور گمراہی ہے اور ظاہر بغیر باطن کے نفاق ہے
علم کے ارکان حقیقی۔ توحید جو شبہ و اشتراک سے پاک ہو۔
علم صفات و احکام الہیہ۔ علم افعال و حکمت۔

فصل چہارم

فرقہ سوفسطائیہ کا جواب اور اثبات علم - ملاحدہ کے ایک گروہ سوفسطائیہ کا دعوے ہے کہ نہ تو کسی چیز کا علم درست ہے اور نہ خود علم ہی کوئی چیز ہے - اب سوال یہ ہے کہ اس امر کا علم کہ کسی چیز کا علم صحیح نہیں درست ہے یا غلط - اگر کہا جائے کہ درست ہے تو وجود علم اور علم اشیاء کی صحت ثابت ہے اور اگر جواب نفی میں ہے تو دعوے سر سے سے غلط ہوا اور غلط پر بحث محال ہے ◆

ثبوت دوم - علم کا ترک کرنا ہی علم کا کافی ثبوت ہے کیونکہ یا تو ترک علم کی سمجھ علم کے باعث حاصل ہوگی یا بسبب جہالت کے اگر علم کے باعث ہے تو پھر علم کی نفی علم سے محال ہے لہذا علم قائم رہا اور اگر جہالت کے سبب سے ہے تو ظاہر ہے کہ جہالت گمراہی اور غلطی ہے اور گمراہی اور غلطی دلیل نہیں ہو سکتی ◆

نکتہ - خرابی زمانہ ان امور کا سبب ہے - علی بن بندار صیرفی نے خوب کہا ہے - دلوں کا فساد زمانہ اور اہل زمانہ کے فساد کے مطابق ہوتا ہے ◆

فصل پنجم

اقوال صوفیائے کرام

محمد بن فضل بلخی کا قول۔ علم تین ہیں علم من اللہ[۱] علم مع اللہ[۲] علم باللہ[۳]

علم من اللہ[۱]۔ شریعت کا علم۔

علم مع اللہ[۲]۔ مراتب و درجات اولیاء کا علم۔ لہذا معرفت بغیر شریعت اور شریعت بغیر معرفت درست نہیں۔

علم باللہ[۳]۔ معرفت الٰہی اسی کو وہبی اور لدنی بھی کہتے ہیں اور یہ محض رحمت الٰہی سے حاصل ہوتا ہے یعنی جسکو اللہ چاہے عطا کرے کسب کو اس میں دخل نہیں۔

ابو علی ثقفیؒ فرماتے ہیں کہ علم جہالت کی موت کے لئے آب حیات ہے۔ اور چشم یقین کے لئے تاریکی میں روشنی ہے۔ جس کو علم معرفت نہیں اس کا قلب مردہ ہے اور جو شریعت سے ناواقف ہے اسکا دل بیمار ہے۔

ابو بکر وراق ترمذی فرماتے ہیں کہ جو علم کی بابت جھگڑتے ہیں اور زہد نہیں رکھتے فاجر ہیں اور جو علم شریعت جانتے ہیں اور گناہ سے محترز نہیں رہتے فاسق ہیں۔

یحییٰ ابن معاذ کا قول۔ تین قسم کے لوگوں سے اجتناب لازم ہے غافل علما[۱]۔ ریاکار فقرا[۲]۔ جاہل صوفیا[۳]۔

یزید بسطامی کا قول۔ فرماتے ہیں کہ تیس سال مجاہدہ کرنیکے بعد معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے زیادہ مشکل اور سخت کام کوئی نہیں۔ بندہ کا کامل علم یہ ہے کہ "معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد" جیسا کہ قول پیغمبرؐ ہے ماعرفناک حقا معرفتک وما عبدناک حقا عبادتک۔

باب دوم

فقر میں

راہ حق میں درویشی کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے دعا مانگی ہے کہ اے خدا مجھے مسکینی میں زندہ رکھ اور مسکینی میں موت دے اور مسکین لوگوں کے ساتھ حشر کے دن اٹھا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ الفقر فخری۔ درویشی و مسکینی میرے لئے باعث فخر ہے۔

فقراء کی تعریف۔ اللہ پاک فرماتا ہے۔ فقراء وہ ہیں جو راہ خدا میں گھرے ہوئے ہیں اور کسی کے پاس جا کر سوال کرنیکی فرصت نہیں اور اُن کے فقر و فاقہ چھپانے سے جاہل اُنکو تونگر سمجھتے ہیں۔ دوسری جگہ فرماتا ہے کہ اُن کے پہلو بستر خواب سے دور رہتے ہیں اور اپنے آپ کو پکارتے ہیں اور پھر ناپسند ہونیکا خوف اور قبولیت کی امید بھی رکھتے ہیں۔

فقیر وہ ہے جس نے کل تعلقات چھوڑ کر مفلسی اور بیقراری اختیار کی ہو۔

فقیر وہ ہے جس کے پاس اسباب معیشت سے کوئی چیز نہ ہو اور نہ کسی چیز کے ملنے سے اس کا خیال خلل پذیر ہو۔ چیست دنیا از خدا غافل بودن۔

حکایت۔ کہتے ہیں ایک درویش سے کسی بادشاہ نے کہا کہ کچھ مانگو۔ فقیر نے کہا کہ میں اپنے غلاموں کے غلام سے کچھ طلب نہیں کرتا۔ بادشاہ نے کہا اس کا کیا مطلب؟ فقیر نے کہا کہ حرص و آز جو میرے غلام ہیں تو ان کا مطیع ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ فرشتے سوال کرینگے کہ اے رب تیرے دوست کون ہیں۔ اللہ پاک فرمائیگا کہ فقرا اور مساکین۔

فصل ۲

مناظرۂ فقر و غنا۔ یحییٰ بن معاذ و ابوالحسن بن شمعون وغیرہ متقدمین سے اور ابوسعید فضل اللہ بن محمد وغیرہ متاخرین سے اس پر متفق ہیں کہ غنا فقر سے افضل ہے۔ کیونکہ غنا صفات حق تعالیٰ سے ہے اور فقر شان انسانی ہے۔ اسکے علاوہ جس دوست میں وہ صفت موجود ہو جو بندہ اور خدا میں مشترک ہے تو وہ زیادہ کامل ہوتا ہے۔ جب غنا دونوں میں مشترک ہے تو غنا فقر سے

افضل ہوتی ہے ؛

مصنف کا قول - یہ اشتراک رسمی ہے نہ کہ معنوی کیونکہ شرکت معنوی کے لئے مشابہت ضروری ہے اور یہ موجود نہیں کیونکہ اللہ قدیم اور انسان حادث ہے لہذا یہ دلیل باطل ہے۔ اسکے علاوہ خدا خود فرماتا ہے -

اے لوگو تم خدا تعالیٰ کی جناب میں محتاج ہو اور خدا غنی ہے اور تعریف کیا گیا ہے ؛

عوام کی رائے - عوام کا قول ہے کہ مالدار فقیر سے افضل ہے کیونکہ مالداری نعمت ہے جس پر حکم ادائے شکر کا دیا گیا۔ اور فقر بلا ہے کیونکہ اس پر صبر کا حکم ہے اور نعمت بلا سے افضل ہے ؛

مصنف کا قول - نعمت پر شکر نعمت سے زیادہ ہونیکا سبب ہے۔ اور فقر پر صبر ازدیاد قربت کا باعث ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو تمکو زیادہ دونگا اور ضرور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

بعض کے نزدیک فقر غنا سے افضل ہے اور اسکے ثبوت میں وہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے ظلم کیا جس نے بنی آدم کا نام امیر رکھا حالانکہ اسکے رب نے اسکا نام فقیر رکھا ہے ؛

غنی صاحب صدقہ ہے اور فقیر صاحب صدق - صدقہ صدق سے افضل نہیں۔ اس لئے فقیر غنی سے افضل ہے ۔ لیکن اگر دونوں حصول رضائے باری تعالیٰ کے ہوں تو مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ایوب اور حضرت سلیمانؑ دونوں کو باری تعالیٰ نے نعم العبد کہا۔ حالانکہ ایوبؑ نے

فقر پر صبر کیا اور سلیمانؑ نے نعمت پر شکر +

مصنف کی رائے۔ فقر سے مال کی کمی یا غنا سے زیادتی مراد نہیں بلکہ ماسوائے اللہ سے دل کو فارغ کرنا فقر ہے اور خدا کی طرف رجحان کا نام غنا ہے اور دونوں باتیں حقیقتاً ایک ہیں محض ناموں کا فرق ہے +

فصل ۲

فقر و غنا کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ متاخرین میں سے ایک کا قول ہے (فقیر وہ نہیں ہوتا جس کا ہاتھ دولت سے خالی ہو۔ بلکہ فقیر وہ ہے جس کا دل مراد سے خالی ہو) یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں (کامل فقیر وہ ہے جو حاصل شدہ حالت کے زوال سے ڈرتا رہے) ابوالحسن نوری فرماتے ہیں (فقیر وہ ہے کہ جب نہ پائے تو چپ رہے اور جب پائے تو اس میں دوسرے کو ترجیح دے) +

تصوف کے بیان میں

تصوف اصلاح ظاہری اور صفائے باطن کا نام ہے۔ اہل تصوف تین قسم کے ہوتے ہیں:-

۱۔ **صوفی۔** جو ذات بشری سے خالی ہو اور ذات ربانی سے باقی ہو بند طبیعت سے آزاد ہو اور حقیقت سے پیوستہ ہو +

۲۔ **متصوف۔** جو مجاہدہ سے یہ درجہ حاصل کرنا چاہتا ہو +

۴۔ متصوف۔ متصوف وہ ہے جو برائے حصول مال و جاہ دنیا اپنے آپ کو بظاہر صوفیوں کی طرح بنائے اور حقیقت میں کچھ نہ ہو۔
پس صوفی صاحب وصل ہے۔ متصوف صاحب اصول اور مستصوف صاحب فضول۔ جو لوگوں کے دکھلانے کو صوف پوش بنے۔
نکتہ۔ یاد رہے جس کو وصل حاصل ہوا وہ حصول مراد سے بے نیاز ہو گیا اور جسکو اصول نصیب ہوا وہ راہ طریقت پر قائم ہو گیا اور جو ان دونو سے بے بہرہ رہا آگزارہ ہو گیا۔

فصل ۲

صوفیوں کے باب میں بزرگوں کے اقوال

ذوالنون مصری فرماتے ہیں۔ صوفی وہ ہے جو ہمیشہ قول حق کہے اور جب خاموش ہو تو اسکا فعل فقر پر دلالت کرتا ہو۔
جنید۔ تصوف ایک صفت ہے جو انسان کو استقامت بخشتی ہے۔ کسی نے پوچھا خدا کی صفت ہے یا خلق کی۔ فرمایا حق کی صفت اسکی حقیقت ہے اور صفت خلق اسکی رسم۔
ابو الحسن نوری۔ تصوف ترک حظ نفسانی ہے۔ پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ صوفیا وہ ہیں جنکی ارواح کدورت بشریت سے پاک ہو جاتی ہیں اور وہ خواہشات نفسانی سے آزاد ہو جاتے ہیں۔
امام محمد باقر۔ تصوف سے مراد اخلاق حسنہ ہیں۔ یعنی نیک خوئی۔

اسکی دو قسمیں ہیں ایک خدا سے دوسری خلق سے۔ خدا سے نیک خو ہونا اسکی قضا پر راضی ہونا ہے اور خلق سے نیک خوئی انکی صحبت کا بوجھ اٹھانا ہے۔

جنیدؒ نے تصوف کی بنا آٹھ خصلتوں پر رکھی ہے جن سے آٹھ پیغمبر مراد ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی طرف اس خصلت کو نسبت ہے:-

۱۔ **سخاوت**۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو فدا کیا۔

۲۔ **رضا**۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے جنہوں نے اپنی جان قربان کر دی۔

۳۔ **صبر**۔ حضرت ایوبؑ کے لئے جو تکالیف میں صابر رہے۔

۴۔ **اشارہ و سکوت**۔ حضرت ذکریاؑ کے لئے جو تین دن بجز اشارات کے بولے نہیں۔

۵۔ **غربت**۔ حضرت یحییٰؑ کے لئے جو اپنے وطن میں رہتے ہوئے غریب و بیگانہ رہے۔

۶۔ **سیاحت**۔ حضرت عیسیٰؑ کے لئے جنہوں نے اپنے رہنے کے لئے کوئی گھر تک نہ بنایا۔

۷۔ **لباس**۔ حضرت موسیٰؑ کے لئے جن کا لباس صوف کا تھا۔

۸۔ **فقر**۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنکا ارشاد ہے **الفقر و فخری**۔

علی بن بندار الصیرفی نیشاپوری فرماتے ہیں کہ تصوف یہ ہے کہ صوفی اپنے ظاہر و باطن کو نہ دیکھے بلکہ بالکل حق کو دیکھے۔

مرتعش فرماتے ہیں۔ تصوف حسن خلق کو کہتے ہیں اسکی تین قسمیں ہیں:-

۱۔ خدا کے ساتھ یعنی اسکے احکام بغیر ریا کے بجالانا۔

۲۔ مخلوق کے ساتھ یعنی بزرگوں کی عزت کرنا چھوٹوں پر شفقت کرنا اور برابر والوں سے انصاف کرنا اور انصاف کا بدلہ کسی سے نہ چاہنا۔

۳۔ شیطانی وسوسوں اور غیر مشروع حرکات سے پرہیز کرنا۔

باب سوم
صوفیوں کے لباس کے بیان میں

گدڑی پہننا۔ مرقعہ۔ دلق۔ یا گدڑی۔ وہ لبادہ ہے جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بنایا جاتا ہے۔

مدعیان تصوف کیلئے مرقعہ پہننا نشان تصوف ہے۔ اسکے علاوہ سنت بھی ہے جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے "صوفی کا ملبوس پہنو تم۔ دل میں لذت ایمان پاؤ گے"

رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ کپڑے کو پیوند لگانے سے قبل ضائع نہ کرو۔

حضرت عمرؓ کے مرقعہ میں تیس پیوند ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ بہترین کپڑا وہ ہے جو سب میں ہلکا ہو۔

امیر المومنین حضرت علیؓ کا ذکر ہے کہ آپ وہ کرتہ پہنتے تھے جس کی

آستینیں انگشت بھر کی ہوتی تھیں۔ اور اگر کسی وقت دراز پیراہن بھی پہنتے تو اسکی آستین کو پھاڑ دیتے تھے۔ ارشاد الٰہی ہے کہ اپنے کپڑے کو پاک کر یعنی زوائد سے۔ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ میں نے ستر بدریوں کو دیکھا سب نے صوف کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ الغرض جس قدر اولیائے کرام اور صوفیائے عظام گذرے ہیں۔ سب قیمتی لباس سے اجتناب کرتے تھے۔ اور حتی المقدور پیوند دار کپڑا پہننے کی کوشش کرتے تھے۔

بعض لوگ گدڑی پہن کر لوگوں سے اپنی عزت کراتے ہیں انکا باطن ظاہر یکساں نہیں ہوتا۔ تاہم یہ بھی ایک حد تک درست ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اعتقاداً کسی قوم یا گروہ کی پیروی یا مشابہت اختیار کرے وہ اسی قوم سے ہے۔

صوفیت کے چار اصول

۱۔ صفائی باطن۔ تنویر قلب اور لطافت طبع۔
۲۔ حفاظت آداب اسلام اور پابندی شریعت مقدسہ۔
۳۔ حصول مروت و انسانیت آداب مجالست و خوبی خصلت۔
۴۔ حصول عز و جاہ دنیا۔

چوتھے گروہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توراۃ کے حاملین کی مثال جو اس پر عمل نہ کرسکے اس گدھے کی طرح جس پر

کتابیں لکھی ہوئی ہیں۔

فی زمانہ بے عمل لوگ کثرت سے ہیں۔ ضرورت تو صفائی قلب کی ہے جیسا کہ سعدیؒ لکھ گئے ہیں ؎

حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست   درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

فصل

مرقعہ پوش۔ کی بڑی شرط یہ ہے کہ جب تک ایک گدڑی میں سے باقی ہو دوسری نہ پہنے بلکہ اسی میں پیوند لگاتا جائے۔

اختلافی اقوال۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ پیوند لگانے میں کسی ترتیب کی ضرورت نہیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ترتیب کی ضرورت ہے۔

مصنف کا عمل مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم گرگانی سے سوال کیا کہ درویش کو کن امور کی ضرورت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ تین چیزوں کی۔

۱۔ پیوند سیدھا لگانا جانتا ہو۔
۲۔ کلام حق کے سننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔
۳۔ کم از کم تین قدم زمین پر سیدھے رکھتا ہو۔

اس سے یہ مراد ہے کہ پیوند دوزی وہ ٹھیک ہے جو فقر کے لئے ہو۔ اور کلام حق وہ ہے جو حال کے بارے میں ہو۔ اور قدم راست وہ ہے جو حالت وجد میں زمین پر پڑے۔

فصل ۳

مذہب صوفیا لباس کے بارے میں

صوفیا کے مذہب میں صوف پوشی کا ترک کرنا درست نہیں۔ مگر اسکے ترک کرنے کے دو سبب پیدا ہو گئے ہیں:

۱- چوپایوں کا ناپاک مقامات میں جانا جس سے پشم خراب ہو جائیں اور صوف کے لئے پاک پشم کا بمشکل دستیاب ہونا۔

۲- لوگوں کا اس لباس کو اختیار کر کے برے کاموں کا ارتکاب کرنا۔

ایک گروہ ایسا ہے جو لباس کا پابند نہیں۔ اسکے خیال میں اگر گدڑی ہو یا قبا یا برہنہ رہنا پڑے ہر حالت میں راضی برضائے الٰہی رہنا چاہیئے۔ یہی طریق مصنف کتاب علی بن عثمان کا ہے اور یہ طریقہ بہتر ہے کیونکہ اس میں نفس کسی بات کا عادی نہیں ہوتا۔

مرقعہ پوشی دو گروہ کے لئے واجب ہے۔

۱- تارک الدنیا ۲- عاشقان الٰہی۔

مرید کرنیکا طریقہ۔ جب کوئی تارک الدنیا ہو کر صوفیوں کے گروہ میں داخل ہوتا ہے تو اسکو تین سال تک مؤدب کرتے ہیں۔ اگر کامیاب و قائم رہا تو بہتر ورنہ نکال دیتے ہیں۔

سال اول میں خدمت مخلوق کراتے ہیں۔ اس طرح پر کہ اپنے آپکو خادم اور سب سے کم درجہ کا سمجھے۔

سال دوم میں اس طرح خدمت حق کراتے ہیں کہ عبادت محض خدا کے لئے ہو۔ دنیا و آخرت کا کوئی فائدہ و خیال مد نظر نہ رہے۔
سال سوم میں پاسداری دل سکھاتے اور کراتے ہیں تاکہ قلب سے توہمات دُور ہوکر اطمینان قلب حاصل ہو جائے۔ کیونکہ مرقعہ پوشی بالکل کفن پوشی کا حکم رکھتی ہے۔ جس طرح مردہ لذات حیات سے محروم رہتا ہے۔ اسی طرح مرقعہ پوش کے لئے ضروری ہے کہ وہ خواہشات و لذات نفسانی سے قطعی پاک ہو جائے۔ اسکا اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے۔

باب چہارم

فقر و صفوت کا اختلاف

علمائے طریقت کے اس باب میں دو گروہ ہیں۔
ایک جماعت کا قول۔ فقر صفوت سے افضل ہے کیونکہ فقر فنائے کل ہے اور صفوت اس کے مقاموں میں سے ایک مقام ہے۔ چنانچہ جب فقر حاصل ہوگا صفوت خود بخود حاصل ہو جائیگی۔
دوسری جماعت کا قول۔ فقر نام ہے ایک موجودہ اور اسم پذیر شئے کا اور صفوت کل وجودات سے صفائی کا نام ہے۔ اس اعتبار سے صفا عین فنا اور فقر عین بقا ٹھیرا۔ اس لئے صفوت فقر سے افضل ہوئی۔ مگر یہ اختلاف حقیقتاً لفظی ہیں نہ کہ معنوی کیونکہ جس کو معنی

حاصل ہو گئے اسکو خواہ فقیر کہو یا صوفی برابر ہے ؛

باب پنجم

ملامت کے بیان میں

مشائخ طریقت کا ایک گروہ ملامتیہ کہلاتا ہے۔ خلوص و محبت میں ملامت جزو لازم ہے اور اس کا ذوق کامل ضروری ہے جس قدر صاحبان حق ہیں ملامت خلق میں گرفتار ہیں۔ یعنی دنیا والے اُن کو بُرا بُرا کہتے ہیں۔ چنانچہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قبل نزول وحی۔ اور ابتدائے دعوت اسلام تمام قریش کے نزدیک سب میں بہتر تھے اسی لئے آپ کو امین کا لقب قریش نے دیا تھا۔ مگر جیسے ہی آپ نے تبلیغ شروع کی اور خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے لوگوں نے اعتراض و ملامت شروع کر دی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کی جن پر ملامت کی گئی ہو خود تعریف کرتا ہے۔ اور نہیں ڈرتے ملامت کرنیوالے کی ملامت سے یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ وسیع علم والا ہے۔ یہ عقیدت خداوندی ہے کہ اپنے نیک بندوں اور دوستوں کے احوال نیک محفوظ و پوشیدہ رکھتا ہے۔ یہانتک کہ خود اُنکو بھی پتہ نہ چلے تاکہ اپنے افعال و اعمال پر غرور نہ کرنے لگیں اور اسکی وجہ سے بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ چنانچہ شیطان اپنی خود پسندی کی وجہ سے مبتلائے بلا ہوا ؛

فصل ۱۰

ملامت کی قسمیں - ملامت کی تین قسمیں ہیں -

۱- راہ راست اور دینداری اختیار کرنے پر دنیا کا ملامت کرنا -

۲- جاہ و حرص دنیا سے فراغت حاصل کرنیکو مقرر ہ حصول ملامت کرنا -

۳- حصول ملامت ترک شرعی ہیں بلکہ کسی گمراہی میں گرفتار نہ ہو -

حکایت - ایک روز شیخ ابو طاہر حرمی گدھے پر سوار جا رہے تھے مرید باگ تھامے ہوئے تھا۔ بازار میں سے گذر ہوا۔ لوگوں نے دیکھ کر کہنا شروع کیا کہ وہ بیدین آ پہنچا۔ مرید کو یہ بات ناگوار ہوئی اور لوگوں کو ملامت کرنے لگا۔ مگر شیخ نے اسکو خاموش کر دیا۔ جب گھر پہنچے تو اپنے صندوق سے بہت سے خط نکال کر مرید کے سامنے ڈالدئے۔ خطوں میں کسی نے شیخ زکی کسی نے شیخ زاہد غرض ہر ایک نے اپنے عقیدے کے مطابق القاب لکھا تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ دیکھو ان لوگوں کے اپنے عقائد ہیں اگر بازار والوں نے اپنے عقیدے کے موافق ملامت کی تو کیا حرج ہے ؟

مصنف کا قول - اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے بیدینی کو ملامت بنا لیا ہے اس لئے آجکل کی حالت دیکھتے ہوئے میرے نزدیک طلب ملامت عین ریا اور ریا عین نفاق ہے ۔

باب ششم

صوفیوں کے پیشوا صحابہ کے ذکر میں

۱۔ پیشوائے اہل تجرید حضرت ابوبکر ہیں جنکی کرامات مشہور ہیں۔ منجملہ کرامات کے مشائخ آپ کا شمار ارباب مشاہدہ سے، اور حضرت عمرؓ کا ارباب مجاہدہ سے کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے "اے عمرؓ تم ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہو" حضرت ابوبکر کا قول ہے "دارنا فانیۃ واحوالنا عاریۃ وانفاسنا معدودۃ وکسلنا موجودۃ"

۲۔ حضرت عمرؓ آپ کے متعلق حضرت ابوبکر کے حال میں بیان کیا جا چکا۔ آپ کے اقوال میں سے ہے برُے ہمنشین سے عزلت بہتر ہے۔

عزلت کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ اعراض از خلق (۲)۔ انقطاع از خلق ۔۔

۱۔ اعراض خلق سے مراد ہے کہ الگ کنج تنہائی میں گوشہ نشینی اختیار کرے

۲۔ انقطاع خلق سے یہ مطلب ہے کہ قلبیاً مخلوق سے کوئی تعلق نہ رہے۔ مگر ظاہراً دنیا والوں کے ساتھ بسر کرے۔ اور یہ بہت عالی مرتبہ ہے۔ چنانچہ مولانا روم اسی مطلب کو اس طرح ادا کرتے ہیں ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن نے قماش نقرہ و فرزند و زن

۳۔ حضرت عثمان بن عفان ۔ ان کا مرتبہ تسلیم۔ بذل اور اخلاص ہے

صوفیاء ان کی اقتداء کرتے ہیں۔
۴۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ۔ آپ کا مرتبہ گروہ صوفیا میں عظیم تر ہے۔
حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ہمارے استاد اصول و بلا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی ہیں۔
اصول۔ اہل طریقت علم طریقت کو اصول کہتے ہیں ؛
بلا۔ معاملات طریقت کا نام ہے ؛
حضرت علی کا قول۔ آپ نے ایک شخص کو نصیحت کی کہ اے شخص تو بال بچوں کے فکر میں نہ پڑ کیونکہ اگر وہ خدا کے نزدیک اچھے ہیں تو وہ اُنکی پرورش کریگا اور اگر وہ دشمن خدا ہیں تو تُو کیوں اُسکے دشمن کی پرورش کرتا ہے۔ اور یہ انقطاع از خلق ہے ؛

باب ہفتم

آئمہ اہل بیت

اہل بیت۔ وہ لوگ ہیں جو طہارت ازلی سے مخصوص ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ ط
امام حسن۔ آپ کے فضائل نامتناہی ہیں۔ جب حسن بصری نے فرقہ قدریہ کے متعلق آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو خیر و شر

اللہ پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے یعنی منکر تقدیر کافر ہے اور جو معاصی حوالہ بخدا کرے وہ فاجر یعنی جو اپنے کو مجبور محض سمجھے وہ فاجر۔ کیونکہ بندہ اپنے افعال میں بقدر استطاعت مختار ہے۔ اور ہمارا مذہب قدر و جبریہ کے بین بین ہے۔

امام حسین۔ شہید کربلا کا نام ہے آپ نے حق گم ہو جانے پر یعنی باطل کے مقابلہ پر تلوار کھینچی حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ حدیث شریف میں آپ کی تعریف موجود ہے (الحسن والحسین سیدا الشباب افضل الجنۃ)۔

علی بن الحسین۔ سید الساجدین زین العابدین انکا لقب ہے آپکا صبر روشن ہے آپ سے کسی نے پوچھا کہ سب میں زیادہ سعادتمند کون ہے۔ فرمایا۔ جو خوشی کے وقت راضی نہ ہو (یعنی مغرور نہ ہو)۔ اور غصہ کے وقت حد سے نہ نکلے۔ ظفر کا ایک شعر ہے ؎

ظفر آدمی اسکو نہ جانیئے گا گو ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی۔ جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

آپ کی تعریف میں فرزدق شاعر نے بہت بڑا قصیدہ کہا۔ آپنے اُس پر اُسکو پانچہزار اشرفیاں انعام دیں۔

۴۔ ابوجعفر محمد ابن علی ابن حسین۔ کنیت ابوعبداللہ لقب باقر ہے۔ آپ کے کرامات و اشارات معروف ہیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک بادشاہ نے آپ کو قتل کے ارادہ سے بلوایا مگر جب آپ سامنے تشریف لے گئے تو بہت تعظیم تکریم کی اور جب چلنے لگے

تو بہت تحفے پیش کئے بعد میں لوگوں نے بادشاہ سے دریافت کیا۔ تو اس نے کہا کہ جب آپ تشریف لائے تو مجھ کو دکھلائی دیا کہ دو شیر آپ کے چپ و راست ساتھ ہیں جن سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ اگر میں نے اُنکے نقصان کا ارادہ کیا تو شیر مجھ کو فوراً ہلاک کر دینگے۔ آپ شب کو رویا بہت کرتے تھے اور طلب مغفرت کیا کرتے تھے۔

۵۔ ابو محمد جعفر بن محمد صادق بن علی بن حسین۔ } آپ کو تمام علوم پر مرتبہ کمال حاصل تھا۔ آپ کے بے شمار لطائف مشہور ہیں۔ آپ کی بہت سی کتابیں متداول ہیں۔ آپکا قول تھا (جس نے اللہ کو پہچان لیا ماسوائے کنارہ کش ہوگیا)۔

باب ہشتم

اہل صفا کے بیان میں

تمام امت مسلمہ کا اس پر اجتماع ہے کہ مسجد نبوی میں ایک گروہ صحابہ کا رہا کرتا تھا۔ جن کو اصحاب صفا کہتے تھے۔ جن کے متعلق ارشاد نبوی ہے کہ جو شخص اصحاب صفا کی روش اختیار کریگا وہ جنت میں میرے رفقاء سے ہوگا۔ ان اصحاب کے نام حسب ذیل ہیں:-

بلال رضی اللہ عنہ بن ریاح۔ ابو عبداللہ سلمان رضی اللہ عنہ فارسی۔ عبیداللہ بن رضی اللہ عنہ الجراح۔ عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر۔ عبداللہ بن رضی اللہ عنہ مسعود۔ عتبہ بن مسعود۔ حداد بن الاسود۔ خباب بن ارت وغیرہ

باب نہم

تابعین کے بیان میں جو مشائخ طریقت ہوئے

۱- خواجہ اویس قرنی- یہ آنحضرت کے زمانہ میں تھے مگر زیارت سے مشرف نہ ہو سکے جنگ صفین میں حضرت علی کی جانب سے لڑ کر شہید ہوئے۔

۲- ہرم بن حیان- یہ صاحبان طریقت سے ہیں اکثر اصحاب سے ملے- اویس قرنی سے دریائے فرات پر ملاقات ہوئی انہوں نے اویس قرنی کو سلام کیا- اویس قرنی نے ان کا نام لیکر جواب دیا- انہوں نے دریافت کیا نام کس طرح معلوم ہوا- اویس نے جواب دیا - (عرفت روحی روحک) میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا-

۳- ابو علی حسن بن ابی الحسن بصری- کنیت بعض نے ابو محمد اور بعض نے ابو سعید بیان کی ہے- اہل طریقت ان کو بہت افضل جانتے ہیں- ان کے اقوال سے ہے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں مصائب پر، منہیات خدا پر-

۴- سعید بن مسیبؓ- یہ اہل طریقت میں بڑے شاندار ہوئے ہیں- انکے اقوال سے ہے کہ ذکر اللہ میں کوئی چیز حرام نہیں اور اس کے ذکر کے سوا ہر چیز حرام ہے۔

باب دہم

امام مشائخ کے بیان میں جو تبع تابعین کہلاتے ہیں

۱- حبیب عجمی - پہلے سود خوار اور بہت ریاکار تھے۔ پھر حسن بصری کے ہاتھ پر توبہ کر کے بیعت ہوئے اور بلند مرتبہ پایا۔ ایک دفعہ حسن بصری نے انکے پیچھے نماز پڑھنے سے اعراض کیا۔ رات کو خواب میں ان کو جناب باری کا دیدار ہوا۔ حسن بصری نے کہا اے رب جس میں تیری رضا ہو میں وہی کام کروں۔ ارشاد ہوا کہ تو نے میری رضا پائی لیکن حبیب عجمی کی اقتدا اختیار نہ کر کے تو نے اسے کھو دیا۔ ان کا قول ہے کہ "فی قلب لیس فیہ غبار النفاق"

۲- مالک بن دینار - حسن بصری کے ہمراز تھے۔ انکی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ وہ حسن بصری کے ہاتھ پر توبہ کر کے بیعت ہوئے ایک دفعہ ایک کشتی میں سوار تھے کسی کا گوہر گم ہو گیا۔ الزام مالک پر لگایا گیا۔ حالانکہ انکو کوئی علم نہ تھا۔ انھوں نے دعا کی۔ ایک مچھلی گوہر منہ میں لیکر آئی آپ نے وہ گوہر مچھلی سے لیکر ان کو دیدیا۔ اور خود پانی میں کود کر دریا پار ہو گئے۔ ان کا قول ہے "احب الاعمال الاخلاص فی الاعمال"

۳- ابو سلیم حبیب بن راعی - آپ سلیمان فارسی کے مصاحب خاص تھے ہمیشہ جنگل میں رہتے اور بکریاں چراتے۔ ایک دن ایک راہ گیر نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک بھیڑیا انکی بکریوں کی حفاظت

کر رہا ہے۔ اس نے سوال کیا۔ جواب دیا چونکہ میں خدا کی مرضی کے موافق ہوں اس لئے بھیڑیا میرے موافق ہے۔ پھر آپ نے پتھر میں سے دودھ اور شہد کا چشمہ نکالا۔ اس شخص نے اسکی وجہ پوچھی تو فرمایا یہ آنحضرت کی متابعت کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اسکو نصیحت فرمائی کہ اپنے دل کو حرص کا صندوق اور پیٹ کو حرام کا برتن مت بنا۔

۴۔ **پیر صالح ابو الحازم مدنی** - ان سے سوال کیا "مالک" آپ نے فرمایا۔ "الرضا من اللہ والغنی عن الناس"

آپ سو رہے تھے کہ ایک شخص آئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ آنحضرت نے مجھ سے خواب میں فرمایا ہے۔ حق مادری بجا لانا حج اکبر ہے۔ جا حق مادری ادا کر۔

محمد بن واسع - آپ نہایت کامل بزرگ ہوئے ہیں۔ آپکا قول ہے "ما رایت شیئاً الا و رایت اللہ فیہ" یہی مشاہدے کا بلند مقام ہے۔ آپ نے چاند اور سورج کو دیکھ کر فرمایا "ھذا ربی" یعنی یہ میرا رب ہے کیونکہ فعل سے فاعل کو دیکھتے ہیں اسکے مقابلے میں فعل کوئی چیز نہیں ہے۔

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی - آنحضرت نے آپ کو خواب میں فرمایا تھا کہ تم کو سنت نبوی زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہذا آپ نے گوشہ نشینی کا ارادہ ترک کر دیا۔ ابراہیم ادہم وغیرہ آپکی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک مروزی۔ آپ ایک کنیز پر عاشق ہو گئے تھے۔
ایک رات اسکے ہاں پہنچے۔ اسکی دید میں ایسے محو ہوئے کہ صبح ہو گئی۔ اذان
کی آواز سن کر آپ یہ سمجھے کہ عشاء کا وقت ہے۔ جب سپیدی صبح نمودار
ہوئی تو اپنے نفس کو سخت ملامت کی اور عشق مجازی سے تائب ہو گئے
آخر میں ان کا رتبہ اتنا بلند ہو گیا تھا کہ آپ باغ میں سو رہے تھے۔ اور
ایک سانپ شاخ ریحاں کو ہلا کر آپ کو ہوا دے رہا تھا۔ آپ ایک مدت
تک مکہ میں مجاور رہے۔ مرو کے اہل طریقت اور اہل شریعت آپ کو
دل سے عزیز رکھتے تھے اور رضی الفریقین کہتے تھے۔ آپ کا قول ہے
" السکون الحرام علی قلوب اولیاء"

ابو علی فضل بن عیاض۔ آپ رہزن تھے لیکن جس قافلے میں عورتیں
ہوتی تھیں انکو نہیں لوٹتے تھے۔ چنانچہ آپ ایک دفعہ قافلے کی گھات
میں بیٹھے تھے کہ ایک سوداگر آپکو مصیبت زدہ سمجھ کر آپ کے پاس آیا
اسکے ساتھ ایک حافظ قرآن بھی تھا۔ اس نے پڑھا۔ الم یان للذین
آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ" یہ سنتے ہی آپ نے توبہ کی
ان کا دل خدا کے نور سے روشن ہو گیا۔ وہ ایک مدت خانہ کعبہ کے
مجاور رہے۔ ایک دفعہ خلیفہ وقت نے آپکو ایک ہزار روپیہ دینا چاہا
آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تو مجھکو آفت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے آپکا
قول ہے "من عرف اللہ حق معرفتہ عبدہ بکل طاقتہ"
ذوالنون ابن ابراہیم مصری۔ اہل مصر نے آپکو مرتے وقت

نہ پہچانا کہ کون ہیں۔ انکی وفات کی شب کو اکثر نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت
فرماتے ہیں کہ میں ذوالنون مصری کے استقبال کو آیا ہوں۔ انکی پیشانی
پر ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ قتیل اللہ" اور پرند آپ
کے جنازے پر اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے تھے۔ اہل حقیقت
میں آپکا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ایک دفعہ آپ اپنے مریدین کے ساتھ
کشتی میں بیٹھے تھے۔ کسی دوسری کشتی میں بہت سے لوگ گانے بجانے
میں مشغول تھے۔ آپکے مریدوں کو بہت غصہ آیا۔ سب نے آپ سے
عرض کیا کہ ان کے حق میں بددعا کریں۔ آپ نے ہاتھ اُٹھا کر فرمایا۔
یا اللہ جس طرح تو نے انکو دنیا کے عیش عنایت فرمائے اسی طرح ان کی
عاقبت بھی بخیر ہو۔ مریدین متعجب ہوئے۔ جب وہ کشتی قریب آئی
تو وہ لوگ آپکو دیکھتے ہی رونے لگے۔ اور تمام سامان نشاط تلف کر دیا۔
اور تائب ہو گئے۔ پھر آپ نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ تمہاری مراد
بھی بر آئی اور وہ لوگ بھی نجات پا گئے اور کسی کو رنج بھی نہیں پہنچا۔
آنحضرت کا قول ہے" اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون"

ابو اسحاق ابراہیم بن ادھم منصور۔ آپ حضرت خضر کے مرید تھے
امام ابوحنیفہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ پہلے آپ امیر بلخ تھے۔ ایک
دفعہ شکار میں ایک ہرن کے پیچھے تنہا نکل گئے۔ ہرن نے کہا۔
الھذا خلقت ام بھذا امرت" آپ اس سے بہت متاثر
ہوئے۔ اور دُنیا کی جاہ و منزلت سے دست بردار ہو گئے۔ اور تمام

عمر خود محنت کر کے پیٹ پالا۔ کہتے ہیں حضرت خضر نے آپکو اسم اعظم سکھایا تھا۔ ان کا مرتبہ اہل اللہ میں بہت بلند ہے۔ آپکا قول ہے "اتخذ اللہ صاحبً و ذر الناس جانبً" یعنی خداوند تعالیٰ کو اپنا یار رکھ اور اہل دنیا کو چھوڑ دے۔

بشیر بن حافی اپنے ماموں بو علی بن خشوم کے مرید تھے۔ اور فضیل سے فیضان صحبت حاصل کیا تھا۔ ایک دفعہ راستے میں سے انہوں نے ایک کاغذ کا پرزہ اُٹھایا۔ اس پر بسم اللہ لکھی ہوئی تھی۔ اسکو آپنے بہت تعظیم سے معطر کر کے رکھا۔ اسی رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بشیر تو نے میرے نام کو معطر کیا اور اسکی تعظیم کی میں نے بھی تیرا نام دنیا اور آخرت میں عزیز کر دیا یہ خواب دیکھتے ہی وہ تائب ہوئے۔ ان کا قول ہے جو شخص دنیا اور آخرت میں عزیز ہونا چاہے اسکو تین چیزوں سے پرہیز لازم ہے
۱۔ دنیادار سے سوال نہ کرے۔ کیونکہ دنیادار سے مانگنا قیدی کا قیدی سے مانگنے کے برابر ہے۔ ۲۔ کسی کو بُرا نہ کہے۔ ۳۔ کسی کا مہمان نہ بنے۔

ابوالحسن بن مفلس سقطی۔ آپ حضرت جنید کے بھانجے ہیں اور حضرت معروف کرخی کے مرید۔ آپ بغداد کے بازار میں سقط فروشی کرتے تھے۔ جب بغداد کا بازار جلا تو آپکی دکان جلنے کی آپکو خبر دی گئی آپ نے فرمایا کہ چلو میں غم سے فارغ ہوا۔ اگرچہ مال بالکل نہیں جلا تھا

لیکن آپ نے سارا مال درویشوں کو دیدیا اور اہل تصوف میں داخل ہو گئے۔ حبیب راعی نے آپ کے حق میں دعائے خیر کی اور یہ بلند رتبہ آپکو حاصل ہُوا۔

ابو علی شفیق بن ابراہیم الازدی ۔ آپ ابراہیم ادھم کے خاص مصاحب تھے۔ ایک دفعہ بغداد میں سخت قحط پڑا۔ یہانتک کہ آدمی آدمی کو کھانے لگے۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ بازار میں ایک غلام بہت خوش خوش جارہا ہے۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تمام اہل شہر تو سخت پریشان ہیں تو کس بات پر اس قدر خوش ہے۔ اس نے کہا میں اپنے آقا پر مطمئن ہوں۔ یہ سنتے ہی دنیا کے کاروبار سے دل اُٹھا لیا۔ اور خدا کی درگاہ میں دست بستہ عرض کیا کہ یہ شخص اپنے آقا پر اسقدر مطمئن ہے جو ایک گاؤں کا مالک ہے۔ تُو تو کل الملک ہے اور سب کی روزی کا کفیل۔ پھر ہم اس قدر پریشان کیوں رہیں۔

وہ ہمیشہ اس غلام کی شاگردی کا دم بھرتے تھے اور اسکا نہایت ادب کرتے تھے۔

عبدالرحمن ابن عطیہ الدارانی ۔ آپ علم وقت مجاہدے اور مشاہدے میں یگانۂ روزگار ہوئے ہیں۔ ان کا قول ہے "اذغلب الرجا علی الخوف فی الوقت" یعنی جب امید خوف پر غالب ہو تو وقت میں خلل آجاتا ہے۔

ابو المعروف فیروز کرخی ۔ آپکی پرورش علی بن موسیٰ رضا نے

کی جو سری سقطی کے استاد اور داؤد طاقی کے مرید تھے۔ پہلے وہ بیدین تھے۔ پھر علی بن موسیٰ رضا کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپکا قول ہے۔ جوانمردی کی تین علامتیں ہیں اول وفا جس میں خلاف نہیں۔ دوم۔ تعریف بے بخشش۔ سوم عطیہ بلا سوال۔ گویا جب یہ تینوں صفات کسی میں موجود ہوں تو اس وقت وہ جوانمرد کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے ؛

ابو عبدالرحمٰن حاتم بن عنوان الاثم۔ احمد خزرویہ کے استاد اور حضرت شفیق کے مرید تھے آپ کے دل میں صداقت کی حقیقی روشنی تھی۔ چنانچہ حضرت جنید نے فرمایا صدیق زمانہ حاتم الاثم" شہوت کے متعلق وہ فرماتے ہیں۔ ١۔ کھانے میں توکل کرے تا کہ شہوت نفس سے محفوظ رہے۔ کیونکہ خواہش نفس سے جو کچھ کھایا جائیگا خواہ وہ حلال ہو حرام ہو جائیگا۔ ٢۔ سچ بولے کہ شہوت زبانی سے بچا رہے۔ کیونکہ اگر خواہش نفس سے بولیگا تو خواہ وہ ذکر الٰہی کیوں نہ ہو جھوٹ سمجھا جائیگا۔ ٣۔ جو کچھ آنکھ سے دیکھے راستی سے دیکھے تا کہ شہوت چشم سے امن میں رہے۔ کیونکہ جو کچھ خواہش نفس سے دیکھیگا خواہ وہ صفت خداوندی ہو شہوت ہو جائیگی ؛

ابو عبداللہ بن ادریس شافعی۔ آپ آنحضرت کے چچا زاد بھائی تھے۔ مدینہ میں امام مالک کی شاگردی میں رہے ہمیشہ تصوف اور گوشہ نشینی کی آرزو رکھتے تھے۔ ان کا قول ہے اذا رایت العالم

تشغیلٗ بالرقص وتا دیل فلن یجئ منہ شئی" یعنی جب تو کسی عالم کو رقص دتا ویلات میں مشغول دیکھے تو جان لے کہ اس سے کچھ بھی نہیں ہو سکیگا ۔

ابو محمد بن حنبل ۔ آپ نہایت پرہیزگار متقی اور احادیث نبوی کے حافظ مانے جاتے ہیں ۔ ذوالنون مصری سری سقطی وغیرہ کے ہمنشین تھے ۔ بعض لوگ ان کے مذہب پر اعتراض کرتے ہیں لیکن ان کا مذہب سب عالموں کو پسند ہے ۔

جب فرقۂ معتزلہ نے بغداد پر قبضہ کیا تو آپ سے قرآن کو مخلوق کہلوانا چاہا ۔ آپکے ہاتھ باندھے گئے ۔ سوئے اتفاق سے آپکا ازاربند کھل گیا ۔ آپکے دونوں ہاتھ آپ ہی آپ کھل گئے ۔ یہ دیکھ کر معتزلہ آپکی کرامت کو مان گئے ۔ چونکہ آپکو بہت ایذا دی گئی تھی اس لئے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ اس قوم کے حق میں کیا فرماتے ہیں ۔ کہا انھے چونکہ راہ حق میں تکلیف دی ہے ۔ اس لئے روز قیامت مواخذہ نہیں کرونگا ۔ چنانچہ اسی تکلیف میں انتقال فرمایا ۔

ابو الحسن بن الجواری ۔ آپ شام کے مشائخ میں سے ہیں ۔ حضرت جنید نے آپکی شان میں فرمایا " ریحانۃ المشام " یعنی آپ شام کے گلزار ہیں ۔ آپ ہمیشہ دنیا سے نفرت کرتے تھے ۔ آپ کا قول ہے ۔ " الدنیا من بلۃٌ ومجمع الکلاب واقل من سکف الکلاب علیہا فان الکلب یاخذ منہا حاجۃٌ وینصرف والمحب لا

یزال عنها ولا یتر کها بحال"۔

جب آپ کا علم کامل ہو گیا تو آپ نے تمام کتب غرق دریا کر دیں اور کہا کہ تو بہت اچھا رہبر ہے لیکن منزل پر پہنچنے کے بعد کسی رہبر کی حاجت نہیں ہوتی۔ گویا جب میں حضوری میں پہنچ گیا تو مجھے رہنما کی کیا ضرورت ۔

ابو حامد احمد بن خضرویہ بلخی ۔ وہ ہمیشہ سپاہیانہ لباس پہنا کرتے تھے۔ انکی زوجہ امیر بلخ کی بیٹی تھیں اور اپنی خواہش سے انکی زوجیت میں آئی تھیں۔ نکاح کے بعد انہوں نے دنیا سے منہ پھیر لیا۔ ایک دفعہ وہ احمد کے بایزید کی زیارت کو آئیں۔ اور بے حجابانہ گفتگو کی۔ احمد نے رد کرنا چاہا لیکن انہوں نے جواب دیا کہ تم طبیعت کے ہمدم ہو اور بایزید طریقت کے۔ تم سے خواہشات نفسانی تسکین پاتی ہیں اور اُن سے قلب اطمینان پاکر راہ خدا پر چلتا ہے۔ اس خلوص کی وجہ سے وہ آخر میں بایزید سے اس قدر بر انگیختہ ہوئے کہ انکی صحبت کو حرام جاننے لگے اور نیشاپور میں جا رہے ۔

ابو تراب عسکر بن حسین ۔ آپ خراسان کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ ہمیشہ صحرا نشین رہے۔ صحرا بصرہ میں انتقال کیا۔ آپ کا جنازہ چند سال تک رو بقبلہ عصا بلند کئے ہوئے وہیں پڑا رہا۔ اور کسی پرندے درندے نے ایذا نہیں پہنچائی۔ آپ کی بہت سی کرامات مشہور عالم ہیں۔ آپکا قول ہے " الفقیر قوت ما وجد ولباسه

ما ستر ہ و مسکنہ حیث نزل۔ یعنی فقیر کی خوراک وہی ہے جو میسر ہو اور لباس وہ ہے جو پہن لے اور ٹھکانہ وہ ہے جہاں اُترے۔

ابوزکریا یحییٰ بن معاذ رازی۔ آپ بہت حمیدہ خصائل اور ذی عزت بزرگ تھے۔ بعد خلفائے راشدین آپ ہی منبر کی رونق بنے ہیں حضرت مصری فرماتے ہیں کہ پیغمبر یحییٰ خوف میں ثابت قدم تھے اور یحییٰ بن معاذ رازی مرتبۂ امید کو جگانے والے تھے۔ آپ کی تصنیفات بکثرت ہیں آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا شغل کا مقام ہے۔ اور عاقبت خوف کی جگہ۔ چنانچہ بندہ ہمیشہ خوف میں پھنسا رہتا ہے۔ یہانتک کہ نعمت کے آرام یا دوزخ کی تکالیف پر قرار پاتا ہے +

بسبب قرضداری آپ رے سے خراسان ہوتے ہوئے بلخ پہنچے۔ وہاں کچھ مدت وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ یہاں ایک لاکھ کا سرمایہ انکے پاس جمع ہو گیا۔ اسے لیکر پھر رے چلے گئے۔ راستے میں وہ رقم چوروں کو دیدی اور خود نیشاپور چلے گئے۔ نیشاپور ہی میں وفات پائی +

ابوحفص عمر بن سالم نیشاپوری۔ حدادیؒ۔ ابوعبداللہ لاہوری کے مصاحب اور احمد خضرویہ کے رفیق خاص تھے جو شیخ کرمان سے انکی زیارت کے لئے آئے تھے۔ انکی کرامتیں بہت مشہور ہیں۔ جب آپ بغداد پہنچے تو ایسی فصیح عربی بولی کہ لوگ انکی فصاحت سے عاجز آگئے باوجودیکہ عربی سے محروم تھے۔ انکی توبہ کا یہ سبب ہوا کہ ایک لونڈی پر عاشق ہوگئے تھے۔ کسی یہودی سے عمل حُب کی فرمایش کی اسکے کہنے کے مطابق چالیس روز تک نماز و روزہ

ترک کر دیا۔ لیکن پھر بھی کامیاب نہیں ہوئے اس سے شکایت کی کہ میرا کام اب بھی نہیں ہوا۔ اُس نے کہا کہ شاید کوئی عمل خیر کیا ہوگا۔ فرمایا کچھ نہیں صرف راہ میں ایک پتھر پڑا تھا اسکو اُٹھایا تھا۔ یہودی نے کہا کہ جو خدا اتنے تھوڑے عمل خیر کو نہیں بھولتا تو اس خدا کو کیونکر بھولتا ہے چنانچہ ہمیشہ کے لئے توبہ کی۔ نیز یہودی بھی مشرف بہ اسلام ہوا۔

ابوصالح حمدون بن احمد بن عمارہ القصار علم فقہ میں اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں آپ طریقت میں ابوتراب بخشی کے مرید ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ وعظ سے انکار کیا پوچھنے پر فرمایا کہ ابھی تک میرا دل دنیا میں پھنسا ہوا ہے اس سبب سے میرا وعظ کچھ اثر نہیں کر سکتا اور گذشتہ لوگ جو وعظ کرتے تھے انکا مقصد محض عزت اسلام تھا۔ اور ہم اپنے نفس کی عزت اور محض طلب دنیا پر وعظ کرتے ہیں۔

ابوسری منصور بن عمار ؒ۔ یہ مقبول عراق و خراسان میں بہت خوش بیان واعظ تھے۔ انکا قول ہے (سبحان من جعل قلوب العارفین اوعیۃ الذکر و قلوب اہل الزہد اوعیۃ التوکل و قلوب المتوکلین اوعیۃ الرضا و قلوب الفقراء اوعیۃ القناعۃ و قلوب اہل الدنیا اوعیۃ الطمع) اور ان سے منقول ہے کہ آدمیوں کے دو گروہ ہیں ایک عارف نفس کہ اس کا خیال عبادت و ریاضت کی طرف نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا خیال ریاضت کے معاوضہ میں درجہ کا ہوتا ہے۔

دوسرا عارف باللہ۔ کہ اس کا خیال محض طلب رضا ہے اور اسکی غرض عبادت ہے مرتبہ نہیں۔

ابوعبداللہ احمد بن عاصم انطاکی۔ انہوں نے تبع تابعین سے شرف ملاقات حاصل کیا اور قدما کی صحبت پائی۔ بشیر اور اسدی کے رشتہ دار اور حضرت حارث محاسبی کے مرید تھے۔ آپ نے فرمایا انفع الفقر ما کنت بہی متجمل وبہی راضیً۔ ترجمہ۔ فقر زیادہ نافع دہ ہوتا ہے کہ تو اسکی برداشت کر سکے۔ انہوں نے فقر کو غنا پر فضیلت دی ہے۔ فرمایا ہے کہ خوبی فقر عدم موجودگی اسباب پر راضی ہونا۔ اور غنا موجودگی اسباب فقر بے سبب با حق ہوتا ہے اور غنا با سبب اور سبب حجاب ہے اور ترک سبب کشف اور ہر دو جہاں کا محل کشف میں ہے اور سب جہاں کا غضب حجاب ہیں۔ اس وجہ سے فقر غنا سے افضل ہوا۔

ابو محمد عبداللہ بن خفیف۔ یہ صحابہ کے فیضانِ صحبت سے مشرف ہوئے ہیں ثوری مذہب اور احادیث وفقہ میں بلند پایہ ہیں۔ فرمایا د من ارادان یکون حیّ فی حیاتہٖ فلایسکن الطمع فی قلبہٖ ترجمہ جو شخص زندگی میں زندہ رہنا چاہے اس کو کہو دل کو جائے طمع نہ بنائے۔

ابوالقاسم جنید بن محمد بن جنید بغدادی ہے فنون علم میں یکتائے دہر اور امام ثوری کے مصاحب خاص تھے۔ جملہ اہلِ طریقت آپکی امامت پر متفق ہیں۔ سری سقطی کے بھانجے اور مریدین سے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے خود خواب میں آپ سے فرمایا کہ تم لوگوں کو وعظ ونصیحت کرو۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے کلام کو جہان کی نجات کا سبب بنایا ہے انہی نے نبی اور ولی کا فرق بیان کیا ہے اور نبی کو افضل ثابت کیا ہے۔ دلیل یہ

ہے کہ انبیاء کا کلام حضورِ حق سے خبر دینا ہے اور اولیاء کا مشاہدہ سے نیز خبر نظر سے ہوتی ہے اور مشاہدہ ذکر سے اس وجہ سے کمال ولی نبی کا ابتدائے حال ہے۔ لہٰذا نبی ولی سے افضل ہوا۔ آپ نے موافق خواہش شیطان کو بھی دیکھا ہے ۔

ابوالحسن احمد بن محمد خراسانی نوری ؒ۔ تصوف ان کا مذہب ہے۔ گروہ نوری انہیں کا پیرو ہے۔ جنید کے رفیق اور حضرت سری سقطی کے مرید تھے اکثر مشائخ سے صحبت رہی ہے آپ نے فرمایا ہے (الجمع بالحق تفرقۃ عن غیرہ والتفرقۃ من غیرہٖ جمعٌ بالحق)۔ ترجمہ حق سے جمع ہونا اس کے ماسوائے جدائی ہے اور غیر سے جدائی اس سے جمع ہونا ہے ۔

ابوعثمان سعید بن اسمٰعیل حیری ؒ کمالات میں اپنے زمانہ کے یگانہ تھے پہلے یحییٰ بن معاذ سے صحبت رہی پھر چند دنوں شاہ شجاع کرمانی کی صحبت میں رہے اور شاہ شجاع کے ہمراہ ابوحفص کی زیارت کو نیشاپور آئے۔ اور سب کو چھوڑ کر ابوحفص ہی کی خدمت اختیار کی۔ آپ نے تین مقام تین بزرگوں کی صحبت میں حاصل کئے (۱) مقام رضا یحییٰ کی صحبت میں۔ (۲) مقام صحبت شاہ شجاع کی صحبت میں (۳) مقام شفقت ابوحفص کی صحبت میں ۔

ابوعبداللہ احمد بن یحییٰ بن جلالی۔ اپنے وقت کے زبردست بزرگ ہیں۔ حضرت جنید اور ابوالحسن نوری آپ کے مصاحب خاص ہیں۔ ان کا قول ہے (ہمۃ العارف الی مولاہ [illegible] الی شئے سواہ)

ترجمہ عارف کی ہمت حق کی طرف ہوتی ہے اس سے کسی چیز کی طرف نہیں لوٹتا۔
ابو محمد ردیم بن احمدؒ بہت ذی عزت مشائخ ہیں۔ جنید کے ہم مذہب اور رازدار تھے۔ اخیر عمر میں دنیا میں روپوش ہو گئے تھے۔ لیکن ان کا درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ چنانچہ حضرت جنید نے فرمایا کہ ہم مشغول عارف ہیں اور ردیم مشغول فارغ۔ طریقت میں انکی کثرت سے تصنیفات ہیں خصوصاً سمع میں۔ مصنف کو غلطیۃ الواجلین بہت پسند ہے۔

ابو یعقوب یوسف بن حسین رازی۔ آپ ذوالنون مصری کے مرید تھے آپ نے اکثر بزرگ مشائخ سے فیضان صحبت حاصل کیا ہے ان کے اقوال سے ہے (اذل الناس الفقیر الطامع واعزہم المحبیب الصدیق) سب لوگوں سے زیادہ ذلیل فقیر طامع ہوتا ہے جس طرح کہ سب سے شریف فقیر دوست صادق ہوتا ہے۔ طمع فقیر کو دونوں جہان کی ذلت میں ڈالتی ہے۔ لہذا فقیر کے لئے لفظ طمع کسی صورت سے درست نہیں۔
سمنون بن عبداللہؒ الصح۔ معاملات محبت میں برگزیدہ ہیں اسی وجہ سے مشائخ انکو سمنون المحب کہتے ہیں لیکن انہوں نے اپنا نام سمنون الکذاب رکھا تھا۔ انکو غلام الخلیل نے چین سے نہ رہنے دیا۔ وہ بڑا ریاکار آدمی تھا اور پارسائی کا دعوے کرتا تھا۔ درویشوں کی برائی امیروں بادشاہوں کے روبرو بیان کرتا تھا اور اس طرح ان کو انکی برکت سے محروم رکھتا تھا۔
ان کی کرامات کثرت سے ہیں منجملہ ان کے ایک مرتبہ غلام الخلیل کی چغلی سے بادشاہ نے ان کے قتل کا حکم دینا چاہا تو زبان بند ہوگئی۔

آخر خلیفہ نے توبہ کی اور بہت عذر خواہی کے بعد نجات پائی۔
شاہ شیوخ شاہ شجاع کرمانیؒ۔ آپ بادشاہی خاندان سے تھے اور اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے۔ انکا قول ہے کہ اہل فضیلت کو سب پر فضیلت ہے۔ جبتک کہ وہ اپنی فضیلت نہ دیکھے۔ جب اُس نے اپنی فضیلت دیکھی۔ تو پھر انکو فضیلت نہیں ہوتی) آپ متواتر چالیس سال تک بیدار رہے ایک رات سو گئے تو خواب میں دیدار خدا حاصل ہُوا۔ کہا کہ بار خدایا میں تو تجھے بیداری میں طلب کرتا تھا اور خواب میں پایا۔ ارشاد ہُوا کہ اتنی مدت کی بیداری کے سبب یہ نعمت پائی۔ اگر اتنی مدت تک بیدار نہ ہوتا تو آج خواب میں دیدار نہ ہوتا۔
عمر بن عثمان مکیؒ۔ اہل طریقت کے راہنما ہیں علم حقیقت میں بہت سی تصنیفات ہیں۔ اپنی ارادت کو جنید کی طرف منسوب کرتے ناجی صاحب کے ہم صحبت اور بوسعید خراز کو محض دیکھا ہی تھا۔ اصول میں امام وقت۔ چنانچہ فرمایا (لایقع علی کیفیتہم الوجید عبارۃ لانہ سر اللہ عند المومنین) ترجمہ۔ دوستوں کی کیفیت عبارت میں نہیں آسکتی کیونکہ وہ ایک سر حق ہے جو مومنوں کو عطا کیا گیا ہے۔ اس قول سے ثابت ہُوا کہ جو تحریر ہو اور عبارت میں آئے وہ سر حق ہی نہیں۔
ابو محمد سہیل بن عبد اللہ التستری۔ ریاکار عالموں کی خوب پردہ دری کی ہے۔ مشائخ نے انکی شان میں فرمایا (جمع بین الشریعۃ والحقیقۃ) ترجمہ۔ اس نے شریعت اور حقیقت کو جمع کیا ہے اور ان کے اس قول کا (ما طلعت الشمس ولا غربت علی اہل وجہ الارض الا جہال باللہ)

یہ مطلب ہے کہ جو شخص اپنے نصیب پر غرہ ہو اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ خداتعالیٰ سے جاہل ہے۔ اس لئے کہ معرفت اللہ ترک تدبیر کا تقاضا کرتی ہے اس وجہ سے ترک تدبیر تسلیم اور اثبات تدبیر نا واقفیت تدبیر پر مبنی ہے۔

ابو محمد عبداللہ بن فضیل بلخیؒ۔ احمد بن خضرویہ کے مرید اور ابو عثمان بن حیری کے محبّ خاص تھے متعصبوں نے بلخ سے نکال دیا تو سمرقند پہنچے اور بقیہ سرمایہ عمر وہاں صرف کیا۔ پابندی اصول و فروع حد سے زیادہ ہے۔ چنانچہ فرمایا اعرف الناس باللہ اشدھم مجاھدۃً فی اوامرہ واتبعھم بسنتہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم، ترجمہ۔ اہل معرفت سے بہت بزرگ وہ ہے جو شریعت کے ادا کرنے میں سب سے زیادہ مجتہد ہو۔ اور حفاظت سنت و متابعت میں باغبت ہو کیونکہ جو حق سے نزدیک ہو وہ اوامر رسول پا زیادہ حریص اور جو دور ہو وہ زیادہ متابعت رسول سے منہ موڑتا ہے اور فرماتے چونکہ کعبہ بندہ کی نظر کا منتظر ہے اور دل منتظر حق بدیں وجہ دل کا مرتبہ کعبہ سے زیادہ ہے۔

بشر ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذیؒ فنون علم میں کامل اور شاندار مشائخ ہیں تصنیفات کثرت سے ہیں۔ جیسے ختم الولایت کتاب النہج نوادر الاصول وغیرہ جملہ کتابیں درمیان اہل علم مروج ہیں تفسیر بھی لکھی لیکن ناتمام رہی حضرت خضر علیہ السلام سے بھی شرف ملاقات حاصل کیا۔ چنانچہ انکے مرید ابو بکر وراق فرماتے ہیں کہ ہر اتوار کو خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی اور ایکدوسرے

سے حالات پوچھتے۔ آپ کا قول ہے (من جہل باوصاف العبودیۃ فھو بصوف الربوبیۃ اجہل) ترجمہ جو شخص اوصاف بندگی سے جاہل ہو وہ خدائے تعالیٰ کے اوصاف سے زیادہ جاہل ہوتا ہے۔ کیونکہ جو معرفت نفس کو نہ جانے وہ معرفت حق کو کس طرح جان سکتا ہے۔

ابو بکر محمد بن عمر وراق محمد ابن علی کے ہم صحبت اور احمد خضرویہ کو دیکھا تھا۔ ادب معاملات میں تصنیفات کثرت سے ہیں چنانچہ مشائخ نے ان کا لقب مؤدب الاولیا رکھا ہے۔

اپنی کل تصنیفات محمد بن علی کے ہاتھ جیحوں میں پھنکوادیں۔ ڈالتے ہی پانی پھٹ کر صندوق برآمد ہوا۔ اور اوراق لیکر غائب ہو گیا۔ محمد بن علی نے آکر ماجرا پوچھا۔ فرمایا چونکہ حصول او تحقیق کا بیان تھا جس کا سمجھنا عقل کے لیئے ناممکن ہے۔ لہذا میرے بھائی خضر علیہ السلام کی طلب کے موافق انکو پہنچادی گئیں۔ ان کا قول ہے کہ فساد کنندہ در اطاعت وعبادت در دنیا گروہ اند۔

علماء۔ ان کا فساد طمع جس کے سبب اطاعت و شریعت خلق میں خلل آتا ہے (۲) امراء۔ ان کا فساد بے علمی جو خلل انداز معاش خلق ہوتا ہے (۳) فقراء ان کا فساد ریاکاری عدم توکل جو محبت خلق کا برہم کرنے والا ہے۔

ابو سعید احمد بن علی خراز مقام فنا و بقا کے انکشاف کا پہلا سرگروہ ہے ذوالنون مصری سے ملاقات کی بشر و سری سقطی سے فیضان صحبت حاصل کیا تھا اپنے وقت میں دلیل اور انکشاف حال میں پیشوا مشائخ نے ان کی

بہت تعریف کی ہے۔ تصنیفات کثرت سے ہیں۔
ابوالحسن علی بن محمد اصفہانی۔ بزرگ مشائخ سے ہیں چنانچہ عمرو بن عثمان مکی اصفہانی انکی زیارت کو گئے۔ جنید کے رفیق خاص تھے۔ انہی کا قول ہے۔
(الحضور افضل من الیقین لان الحضور وطنات والیقین خطرات)
ترجمہ: حضور یعنی یقین سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ حضور دل میں وطن پذیر ہوتا ہے اور یقین ایک گذرنے والی بات ہے کہ کبھی آتا ہے اور کبھی جاتا ہے اور فرمایا کہ عوام الناس نے کج فہمی کے باعث گوشت پارہ کا نام دل رکھ لیا ہے۔ دل تو محض مشاہدات حق کی قیام کی جگہ کا نام ہے کیونکہ وہ نہ عقل ہے نہ علم۔
ابوالحسن محمد بن اسمٰعیل خیر النساجؒ۔ خیر النساج کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حج کو جا رہے تھے کوفہ میں ایک ریشم باف نے پکڑ کر غلام بنایا چند سال اسکی خدمت میں رہے۔ آخر ایک روز شرمندہ ہو کر انکو آزاد کر دیا۔ اسکے بعد انکو جو کوئی خیر کہتا بہت خوش ہوتے کہ ایک مومن نے میرا نام رکھا ہے۔ ابراہیم شبلی انہی کی مجلس میں تائب ہوئے۔ مرتے دم کے وقت مغرب تھا۔ ملک الموت آیا تو کہا تو بھی فرمانبردار ہے میں بھی۔ لہذا وقت مغرب ہے۔ اتنی مہلت دے کہ میں نماز پڑھ لوں۔ کہ یہ بھی فرمان ہے۔ بعد کو تو بھی اپنا فرمان بجا لا اور وضو کے لئے پانی طلب کیا لیکن ملک الموت نے کہا اب دنیا سے رہائی ہو چکی اب کچھ غم نہیں۔
ابوحمزہ خراسانیؒ۔ ابوتراب کے ہم صحبت تھے توکل میں استقامت ثابت قدم تھے

تھے کہ ایک روز کسی جنگل میں ایک کنوئیں میں گر پڑے ۔ ایک جماعت کا اوپر گذر ہُوا جس نے اُس کنوئیں کا منہ اس خیال سے ڈھانپا کہ کوئی گر نہ جائے لیکن انہوں نے ڈھانپتے وقت بھی کچھ نہ کہا بلکہ توکل پر صابر ہو کر اپنی زندگی سے نا اُمید ہو گئے۔ چنانچہ خدا نے اپنے فضل سے اژدہا کے سہارے نکالا جو دشمن جان ہے۔ لیکن اس کے ذریعہ نجات دلائی ⁂

اوتاد الارض ابو العباس احمد بن مسروق خراسانی رح چالیس بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ ان کا قول ہے۔ (من کان سرورہ بغیر الحق فسرورہ یورث الھموم) جسکی خوشی بے خدا تعالیٰ ہو وہ سر بسر غم ہے۔ کیونکہ ماسوا اللہ سب فانی ہے ⁂

ابو عبداللہ بن احمد اسمٰعیل مغربی رح۔ ابراہیم خواص اور ابراہیم شیبانی انکے مرید ہیں ترک علائق میں بہت ثابت قدم ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ (ما رایت انصف من الدنیا ان خدمتہا خدمتک وان ترکتہا ترکتک) کوئی منصف دنیا جیسا نہیں۔ خادم رہو خادم ہے باز رہو باز رہتے ہیں ⁂

ابو علی بن حسن بن علی جوزجانی رح۔ محمد بن علی ترمذی کے مرید ہیں۔ انکا قول ہے (الخلق کلھم فی میادین الغفلۃ) یعنی جملہ مخلوق غافل ہو کر کوشش کرتی ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حقیقت پر ہیں ⁂

ابو محمد بن احمد بن حسین حریری رح جنید کے ہمراز اور سہیل بن عبداللہ کے ہم صحبت تھے منقر ہیں امام وقت اور اصول کو اچھا جانتے تھے چنانچہ جنید نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا۔ فرمایا ہے کہ قوام دین و ایمان و سرمایہ حیات

تین طرح پر ہے (۱)۔کفایت بخدا (۲) اجتناب از غیر (۳) غذا برائے بقیہ حیات ۔

ابو العباس احمد بن محمد بن سہیل آملی علم تفسیر و قرأت میں باکمال جنید کے مرید اور ابراہیم بارستانی کے ہم جلیس تھے۔ ان کا قول ہے (السکوت علی ما لوفات الطبایع یقطع صاحبہا عن بلوغ درجات الحقائق)

ابو المغیث الحسین بن منصور حلاج ۔ ان کے طریق و مذہب میں بہت اختلاف ہے۔ کوئی سحر گر اور کوئی اوتاد الارض کہتا ہے یہاں تک کہ محمد بن حنیف نے کہا ہے (ھو عالم ربانی) نیز ان کے کلام سے بھی بد اعتقادی ظاہر نہیں ہوتی بمثلاً فرمایا (الالسنة مستنطقات تحت نطقہا مستہلکات) ترجمہ۔ زبانیں گویا اپنے کلام کے نیچے ہلاک ہیں۔ ایسی عبارتیں آفت ہیں حقیقتاً ایسی عبارتیں درست نہیں۔ کیونکہ عبارت سے طالب اصل مطلب تک نہیں پہنچتا محض عبارت ہی پر اکتفا کرکے چاہ ضلالت میں گر پڑتا ہے ۔

ابو الحسن ابراہیم بن احمد الخواص معاملات طریقت میں کثرت سے تصنیفات ہیں آپ کا قول ہے (العلم کلہ فی کلمتین لا تتکلف فیما کفیت ولا تضیع ما استکفیت) ترجمہ تمام علم دو کلموں میں ہے جس کو خدا تعالیٰ نے منع فرمایا اس میں تکلیف مت کرو اور جو کچھ تجھ پر فرض کیا ہے اس کو ضائع مت کر۔ اس قول سے یہ مراد ہے کہ اپنی قسمت میں تکلیف مت کر۔ کیونکہ قسمت ازلی بدل نہیں سکتی۔ ان کے

کامل توکل سے ہے کہ خضر علیہ السلام کی درخواست ملاقات کو نامنظور کیا کہ توکل خلل پذیر ہوگا۔

ابو حمزہ بغدادی بزاز حارس محاسبی کے مرید اور سری سقطی کے ہم صحبت تھے۔ اکثر مسجد بغداد میں وعظ فرماتے۔ قرأت و تفسیر کے حاکم ہیں۔ انکے اقوال سے ہے (اذا سلمت منک نفسک نقد ادیت حقہا و اذا سلم منک الخلق نقضیت حقوقہم) اس قول سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک شخص پر دو حق ہیں۔

(۱) حق نفس۔ نفس کو سلامتی عاقبت کے لئے گناہوں سے روکنا۔

(۲) حق مخلوق۔ کہ کسی کے ساتھ برائی نہ کرے بلکہ صلح کل اختیار کرے۔

ابوبکر بن محمد بن موسیٰ واسطی محقق مشائخ سے ہیں۔ ہمیشہ گشت میں رہتے اور لطائف دنیا کا تماشا کرتے۔ مرو میں بڑی شان سے خیر مقدم ہوا۔ ہر ایک نے انکے وعظ کی خواہش ظاہر کی۔ آخر لوگوں کی خوش معاملگی سے بقیہ زندگی مرو ہی میں گذارنا پڑی۔ انکا قول ہے (الذاکر فی ذکرہ اکثر غفلۃ من الناسی لذکرہ) اس قول سے یہ مراد ہے کہ خدائے پاک کو یاد رکھے۔ اگرچہ اسکے ذکر کو بھول جائے اور زبان اسکو بھول جائے لیکن اسکے ذکر کو یاد رکھے۔

ابوبکر بن دلف بن شبلی تصوف میں انکے اشارات لطیف ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے (ثلثۃ من عجائب اللہ نیا اشارات الشبلی و نکات المرتعش وحکایات الجعفر) ابتداً دربار ان خلیفہ کے افسر تھے۔ خیر النساج کی مجلس میں تائب ہوئے۔

ابومحمد بن جعفر بن نصیر خالدیؒ۔ جنید کے مصاحب خاص تھے انکا قول ہے (التوکل داستواء القلب عن الوجود والعدم)۔

ابوعلی محمد بن قاسم رودباریؒ شاہی خاندان سے تھے انکا قول ہے (لا یرین لنفسہ الا ما اراد اللہ والمراد ان لا یریل من الکونین شیاً تمو)

ابوالعباس قاسم بن مہدی یساریؒ۔ ابوبکر واسطی کے ہم صحبت تھے مرو کے رہنے والے اور رئیس خاندان سے تھے۔ انکا قول ہے (التوحید ان لایخطل بقلبك ما دونہ) باپ کی جس قدر میراث ہاتھ لگی وہ سب کی سب آنحضرت صلعم کے دو موئے مبارک کے عوض ہدیہ کردی۔ چنانچہ انہیں موئے مبارک کی برکت سے تائب ہوئے۔ وفات کے وقت وہ دونوں موئے مبارک موافق وصیت منہ میں رکھ کر دفن کئے گئے۔

ابوعبداللہ محمد بن خفیفؒ۔ انواع علوم میں امام زمانہ تھے۔ ابن عطا شبلی وغیرہ سے ملاقات کی اور مکہ میں مدت تک یعقوب ترجوری سے صحبت رہی شاہی خاندان سے ہیں انکا قول ہے (التوحید الاعراض عن الطبیعۃ) ظاہر ہے کہ جب تک طبیعت سے روگردان نہ ہوں تو حقتعالےٰ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔

ابوعثمان سعید بن سلام المغربیؒ۔ انکے اشارے مشہور اور دلائل روشن ہیں جیساکہ فرمایا ہے (اثر صحبت الاغنیاء دعلی مجالستہ الفقراء انتلاہ اللہ تعالی بموت القلب) اس قول سے یہ مراد ہے کہ جب فقیر مجالس اغنیاء میں جاتا ہے تو حملہ فقیر اس سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں

اس لئے کہ اس کا دل حاجت اور جسم گمان میں گرفتار ہو جاتا ہے۔
ابو القاسم ابراہیم بن محمد بن محمود نصر آبادی۔ استاد شبلیؒ کے مرید تھے فنون علم میں یگانہ آفاق۔ انکا قول ہے (انت بین النسبتین نسبتہ الی الخلق فاذا انتسبت الی آدم دخلت فی میادین الشہوات ومواضع الآفات والزلات واذا انتسبت الی الحق دخلت فی مقامات الکشف والبراہین) کیونکہ آدم کی نسبت قیامت کے دن قطع ہو جائیگی اور نسبت حق باقی رہیگی چنانچہ انہیں بندوں کے لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ (یا عبادی لا خوف علیکم الیوم)۔
ابو الحسن علی بن ابراہیم حصریؒ گروہ صوفیہ میں بلند مرتبہ ہے۔ ان کا کلام بہت بلند ہے چنانچہ فرمایا دعوتی فی بلائی ماتو مالکم الستم من اولاد آدم الذی خلقہ اللہ تعالیٰ وبیدہ ونفخ فیہ روحہ واسجد لہ ملائکتہ ثم امرہ بامر فخالفا اذا کان اول الدین دردیا فکیف یکون آخرہ)۔

باب یازدہم

آئمہ صوفیائے متاخرین کے بیان میں

ابو العباس احمد بن محمد قصاب۔ آپکی کرامتیں مشہور ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ کسی بدوی کے اونٹ کا پاؤں ٹوٹ گیا آپ نے اسکے حق میں دعا فرمائی وہ فوراً درست ہو گیا۔

ابوعبداللہ محمد بن علی معروف بہ احمد و استانی ۔ بسطام میں رہتے تھے انواع علوم میں باکمال تھے ان کا قول ہے (التوحید عنک موجود و انت فی التوحید مفقود)۔

ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ گرگانی ۔ ہمیشہ سفر با شرائط کرتے تمام علمائے زمانہ انکو پسند کرتے اور سحر اعتقاد رکھتے تھے ۔

ابواحمد مظفر بن حمدان ۔ آپ رئیس الاولیاء ہیں اور مقام فنا و بقا کے متعلق خوب رموز و نکات بیان کئے ہیں ۔

باب دوازدہم

مختلف دیار کے صوفیائ کے بیان میں

عراق و شام کے صوفیاء ۔ شیخ زکی بن العلا ۔ ابوجعفر محمد بن المصباح صیدلانی ابواسحٰق بن شہریار ۔ شیخ ابومسلم ہروی ۔ مصنف نے بجز ابواسحٰق کے سب سے ملاقات کی ۔

آذربائیجان و قہستان و طبرستان کے صوفیائے کرام ۔ شیخ شفیق فرخ المعروف باتی زنجانی ۔ شیخ ابوعبداللہ جنیدی ۔ ابوطاہر مکشوف ۔ خواجہ حسن سمنانی ۔

صوفیائے کرام خراسان ۔ شیخ مجتہد ابوالعباس دامغانی ۔ خواجہ ابوجعفر محمد بن علی جوینی ۔ خواجہ ابوجعفر ترشیزی ۔ خواجہ محمود نیشاپوری ۔

صوفیائے کرام ماوراء النہر ۔ خواجہ امام ۔ ابوجعفر محمد بن حسین حرمی ۔ احمد ایلاقی وغیرہ

صوفیائے کرام غزنین ۔ ابوالفضل بن الاسدی ۔ اسمعیل شاشی ۔

ابوعبداللہ محمد بن حکیم معروف بہ مرید سعید بن ابی سعید عیار وغیرہ۔

باب سیزدہم

در بیان فرق مذہبی فرقہ صوفیاء

صوفیائے کرام کے بارہ فرقہ ہیں جن میں سے دس مقبول اور دو مردود ہیں۔

۱۔ فرقہ محاسبیہ۔ اسکے امام ابی عبداللہ حارث بن اسد محاسبی۔ یہ رضا کو مقامات سے نہیں کہتے بلکہ حال کی قسم بتاتے ہیں خراسانی اور عراقی رضا کو مقامات سے تعبیر کرتے ہیں اسلئے کہ توکل یہی حد ہے۔

۲۔ قصاریہ۔ اسکے پیشوا ابوصالح بن ہمدون بن عمارۃ القصار ہیں۔ اس فرقے کا مذہب اظہار ملامت ہے۔

۳۔ طیفوریہ۔ اسکے سرگروہ ابی یزید طیفور بن عیسیٰ بن سروشان بسطامی ہیں۔

۴۔ جنیدیہ۔ اس گروہ کے امام ابوالقاسم جنید بن محمد۔ یہ برخلاف طیفوریہ کے سہو کو افضل جانتے ہیں یہ مذہب بہت مشہور ہے چنانچہ اکثر مشائخ اس مذہب پر ہوئے ہیں۔ یہ گروہ برخلاف طیفوریوں کے سہو کو افضل جانتا ہے۔

۵۔ نوریہ۔ اسکے سردار ابی الحسن احمد بن محمد نوری ہوئے ہیں اس گروہ کا مذہب تصوف میں پسندیدہ ہے۔ یہ لوگ تصوف کو فقر سے افضل جانتے ہیں گوشہ نشینی کو حرام سمجھتے ہیں ایثار (یعنی دوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت پر ترجیح دینا) واجب کہتے ہیں۔ معاملات میں جنیدیہ کے مطابق ہیں۔

۶۔ سہیلیہ۔ انکے ہادی سہیل بن تستری ہیں۔ اس گروہ کا طریقہ اجتہاد

مشقت نفس اور ریاضت ہے۔

۷۔ حکمیہ۔ اسکے پیشوا ابی عبداللہ محمد بن حکیم ترمذی ہیں انکا طریق درجہ ولایت پر ہے اور تصوف اس چیز کو ثابت کرنے کے لئے ہے۔ ان کے طور طریقے جنیدیوں اور سہیلیوں سے ملتے جلتے ہیں۔

۸۔ خرازیہ۔ انکا طریقہ صفت انسانی سے فنا اور ربانی سے بقا حاصل کرنا ہے۔

۹۔ خفیفیہ۔ اسکے ہادی ابو عبداللہ محمد بن خفیف ہیں انکا طریقہ غیبت و حضور سے ہے۔

۱۰۔ سیاریہ۔ اسکے امام ابو العباس سیّاری ہیں۔

۱۱۔ حلولیہ۔ اسکے دو فرقے ہیں اور دونوں مردود۔ ایک پیشوا ابو حلمان دمشقی اور دوسرے کے حسن بن منصور حلاج ہیں یہ دو گروہ حلول خدا و امتزاج و تناسخ ارواح کے قائل ہیں۔

حقیقت رضا۔ رضا دو طریق پر ہوسکتی ہے (۱) خدا بندے سے راضی ہو (۲) بندہ خدا سے راضی ہو۔ خدا کا بندے سے راضی ہونا مقدم ہے کیونکہ جب ہی راضی نہ ہو تو اعمال نیک کس کام آسکتے ہیں حقیقتاً بندے کی رضا یہی ہے کہ وہ رضا بقضا ہے۔ رضا کا اصلی مطلب یہ ہے کہ غیر کا اندیشہ دل سے نکال دیا جائے خدا تعالیٰ فرماتا ہے (۱) "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اُس سے راضی ہوئے (۲) ارشاد باری ہے "لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوا جب انہوں نے درخت کے نیچے تیری بیعت کی گویا اسکے خاص بندوں کی رضامندی حاصل کرنے سے بھی خدا راضی ہوتا ہے (۳) آنحضرت کی حدیث ہے "ذاق طعم الایمان من رضی باللہ والرضا" ایمان کا مزہ اس شخص نے پایا جو اللہ پر اور اسکی رضا پر راضی ہوا۔

تصوف میں رضا کی حقیقت کو پہنچنے والے چار گروہ :-

(۱) محض عطائے اللہ پر راضی ہونا معرفت کا درجہ رکھتا ہے (۲) محض نعمت دنیوی پر راضی ہونا۔ اغنا ہے (۳) مصائب پر راضی رہنا (۴) محبت و برگزیدگی پر راضی ہونا ذات۔ رضا کو زہد پر ترجیح دی گئی ہے اسلئے کہ اہل رضا کے دل میں اپنی ذاتی آرزو نہیں ہوتی اور اہل زہد ہمیشہ صلے کے آرزومند رہتے ہیں نیز رضا سے آگے کوئی درجہ نہیں اور زاہدوں کو زہد سے بڑھ کر اور رتبوں کی آرزو رہتی ہے۔

مقام و حال

مقام یعنی راہ حق میں بندے کی جائے قیام خدا تعالیٰ فرماتا ہے "و ما منا الا له مقام معلوم" یعنی ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جسکے لئے مقام معلوم نہ ہو لیکن کسی مقام کا حق ادا کئے بغیر دوسرے مقام پر پہنچنا ناجائز ہے۔ گویا یہ حالت کسب ہو سکتی ہے۔

حال۔ ایک معانی ہیں جو آدمی کے دل پر خداوند تعالیٰ کی طرف روشن ہوتے ہیں یعنی کسب نہیں ہو سکتے۔ گویا یہ محض رحمت الٰہی ہے۔ لہذا حال مقام سے افضل ہے۔

بعض حال کو دوامی کہتے ہیں اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ محبت شوق بسط وغیرہ سب حال ہیں لہذا اگر انکی دوامیت روا نہ ہوتی تو نہ محب محبوب ہوتا۔ نہ مشتاق مشتاق چنانچہ جبتک حال صفت بندہ نہ ہو جائے تب تک اسکا نام اس پر واقع نہیں ہوتا اسی سے اس گروہ نے رضا کو حالات سے کہا ہے بعض کا خیال ہے کہ حال کو دوام حاصل نہیں ہے حضرت جنید فرماتے ہیں" احوال بجلی کیطرح ہوتا ہے کہ نظروں سے غائب ہو جاتا ہے اگر باقی رہے تو ہوس طبع ہے اسلئے کہ حال اپنے نام کیطرح ایک وقت دل پہ وارد ہوتا ہے اور دوسرے وقت زائل ہو جاتا ہے۔ استدلال اسطرح کیا ہے کہ

باقی رہنے والی صفت ہوتی ہے اور صفت موصوف سے ہی قائم رہتی ہے جب موصوف صفت سے کامل نہیں تو پھر دوام محال بلکہ ناممکن ہے۔

سکر و محو

"سکر" یعنی بیہوشی کا عالم۔ صاحبان معنی کو یہ درجہ خداوند تعالیٰ کے عشق سے حاصل ہوتا ہے۔

"محو" یعنی ہوش۔ صاحبان معنی اسکو حصول مراد سے تعبیر کرتے ہیں۔

ایک گروہ سکر کو افضل جانتا ہے وہ اپنے کو ابویزید کا پیرو کہتے ہیں دلیل یہ دیتے ہیں کہ محو میں صفت بشریت فنا نہیں ہوتی صفت بشریت ہی بندے اور خدا کے درمیان پردہ ہے سکر میں تمام اختلافی صفات صفات حق تعالیٰ میں فنا ہو جاتی ہیں اور دل میں اسکی ذات کا پرتو آجاتا ہے مثلاً حضرت داؤد حالت محو میں تھے اسوقت جو فعل ان سے ظہور میں آیا حق تعالیٰ نے اسکو انکی طرف منسوب کیا "وقتل داؤد جالوت" یعنی داؤد نے جالوت کو قتل کیا۔

برخلاف اسکے حضرت محمد صلعم حالت سکر میں تھے اسلئے انکا فعل خدا کا فعل ٹھہرا "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ" چنانچہ ثابت ہوا سکر افضل ہے۔

دوسرا گروہ محو کو افضل جانتا ہے وہ جنید یہ کہلاتا ہے دلیل یہ پیش کیجاتی ہے کہ سکر آفت ہے کیونکہ اس میں انسان اپنے آپ سے بےخبر ہو جاتا ہے حالت پریشان ہو جاتی ہے ایسی حالت میں بندہ تحقیق نہیں کر سکتا تو دوسرا اسے معنی کیسے ہو سکتا ہے ذات باری کو پہچاننے کے لئے ماہیت اشیا میں تمیز کرنا لازمی ہے نیز اشیا کو دو طریق سے دیکھ سکتے ہیں یا بقا کی رو سے یا فنا کی رو سے اگر وہ ماہیت اشیا نظر بقا سے دیکھیگا تو

جملہ اشیاء اپنی بقا کے مطابق ناقص نظر آئینگی اور اگر نظر فنا سے مطالعہ کریگا تو کل موجودات کو بقائے حق کے سامنے فانی پائیگا۔ گویا ثابت ہوا محو افضل ہے کیونکہ حالت محو میں ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور وہ اصل معانی تک ماہیت اشیاء پر غور کرکے پہنچ سکتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا "اللّٰھم ارنا الاشیاء کما ھی" یعنی اے خدا ہمکو ماہیت اشیاء سے آگاہ کر۔ مصنف کشف المحجوب کے نزدیک بھی محو افضل ہے +

مجاہدۂ نفس۔ حکم باری تعالیٰ ہے "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" یعنی جن لوگوں نے ہمارے لئے جہاد کیا انکو ہم اپنی راہ بتائینگے محمد مصطفیٰ صلعم کا قول ہے "المجاہد من جاھد نفسہ فی اللہ" یعنی مجاہد وہ شخص ہے جس نے راہ خدا میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا۔ حضرت محمد صلعم نے جہاد نفس کو جہاد اکبر کہا ہے سب سے بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا۔

ثبوت کرامت۔ ولی کا فرض ہے کہ وہ اپنی کرامات کو پوشیدہ رکھے۔ اگر وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہو تو اسکا اظہار کرے۔ تمام سنت جماعت اس پر متفق ہیں کہ کرامت مقصود رضا مندی کی علامت ہے اسکا اظہار شرع کے خلاف نہیں نیز یہ صدق ولایت کی علامت ہے۔ اسی سے ولایت کا جھوٹا دعویٰ باطل ثابت ہوتا ہے

نوٹ۔ برخلاف عادت کیفیت پیدا کر دینے کو کرامت کہتے ہیں عوام اسکو معجزہ کہتے ہیں معجزہ اور کرامت۔ معجزہ نبی کیلئے ہے اور کرامت ولی کیلئے نبی پر معجزہ ظاہر کرنا فرض ہے کیونکہ اسکا فائدہ غیر کو پہنچتا ہے۔ ولی کا فرض ہے کہ کرامت کو چھپائے کیونکہ اسکا نتیجہ اسکے اپنے لئے منحصر ہے نیز صاحب معجزہ یقین رکھتا ہے کہ یہ معجزہ ہے لیکن صاحب کرامت یقین نہیں کر سکتا کہ یہ کرامت ہے صاحب معجزہ